فہرست مضامین

پریوں کا شیش محل

گلابی جاڑے کا موسم تھا۔ اور چاندنی رات تھی۔ ایک بڑے کھلے میدان میں رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ جنگل کے درختوں میں ہلکی ہلکی ہوا سنسنا رہی تھی۔ اور پھولوں کی خوشبو سے تمام جنگل مہک رہا تھا + اتنے میں پریوں کا ایک تخت وہاں آکر اترا + اس تخت پر پریوں کی ایک ملکہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کا نام زرنگار تھا + اس پری کی خوبصورتی اور اس کے تخت کی خوش نمائی کا کیا حال لکھا جائے۔ کہ نہ قلم اس کو لکھ سکتا ہے۔ نہ زبان سے اس کا بیان ہو سکتا ہے ٭

جوں ہی وہ تخت زمین پر آکر ٹکا۔ اس پری نے ایک چاندی کی گھنٹی کو جو تخت پر رکھی تھی۔ دبایا + اس گھنٹی کا ٹن ٹن بجنا تھا۔ کہ چار طرف سے چھوٹی چھوٹی پریوں کا ایک جم گھٹ جمع ہو گیا۔ سب ہاتھ باندھ اپنی ملکہ کی خدمت میں کھڑی ہو گئیں + ملکہ نے اُن سے کہا "اے میری پیاری بچیو۔ میں تم سے ایک ضروری کام میں مدد لینا

چاہتی ہوں۔ یقین ہے۔ تم مجھے پوری مدد دو گی۔ اور دل لگا کر کوشش کرو گی"۔

ملکہ کا یہ حکم سُن کر سب نے آہستہ سے اپنے سر جھکائے۔ اور پر پھیلائے گویا وہ اس کا حکم ماننے کو تیار رہیں۔

یہ پریوں کا جمگھٹ اور اُن کا تماشا دیکھنے کے قابل تھا۔ ان کی پوشاکیں بے حد خوشنما تھیں۔ وہ کسی ایسے عجیب ریشم کی بنی ہوئی تھیں۔ جو شاید کسی انسان نے نہیں دیکھا ہوگا۔ پھر اُن کے رنگوں کی خوبصورتی پھولوں کی خوش نمائی کو مات کرتی تھی۔ اور اُن کے جواہرات کے آگے چاند کی چاندنی ماند ہوتی تھی۔ ان چھوٹی چھوٹی بچیوں کی پوشاکیں رنگ برنگ کی تھیں۔ اور ان رنگوں پر ہی اُن کے نام رکھے گئے تھے۔

ملکہ زرنگار نے ان سب سے کہا" اے میری پریو۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ ایک بہت ہی خوب صورت۔ شان دار شیش محل بناؤں۔ اور اسے نہایت قیمتی جواہرات سے سجاؤں۔ تمہارا یہ کام ہوگا۔ کہ اس کے بنانے کا سارا سامان جمع کرو۔ سو تم اسی وقت سے اس کی تیاری میں لگ جاؤ"۔

تب ملکہ نے ایک چھوٹی سی پری کی طرف دیکھا۔ اس کی گلابی رنگ کی پوشاک تھی۔ اور وہ آپ بھی گلاب کے پھول کی طرح نازک اور خوبصورت تھی۔ اس کا نام گل بانو پری تھا۔ اسے ملکہ نے کہا" گل بانو تم ابھی اُڑ جاؤ۔ اور اس محل کے لئے عمدہ سے عمدہ لعل لے کر آؤ"۔ پھر ایک سبز پوشاک

بچی سے کہا۔ "زمرّد بانو۔ تم اس محل کے لئے زمرّد لاؤ"+ پھر گوہر بانو کو جس
کی پوشاک سچے موتیوں سے جگ مگ کر رہی تھی "کہا تم سمندر کے
جل مانسوں کے پاس جاؤ۔ اور بڑھیا سے بڑھیا موتی لاؤ"+

چھوٹی چھوٹی چند پریوں کی ایک اور ٹولی کھڑی تھی۔ جو سب ایک صورت
شکل کی تھیں۔ اور ایک ہی قد کی + ان کی پوشاکیں ایسی چمکیلی تھیں۔ کہ نظر
ان پر نہ ٹھہرتی تھی۔ اور چکا چوند ہوتی تھی + اُن سب کو بلوریاں کہتے تھے۔ یہ
بلوریاں بھی راہ دیکھ رہی تھیں۔ کہ دیکھیں ہمیں کیا حکم ملتا ہے + ان سے ملکہ
نے یہ کہا "اس محل کے لئے ہیروں کی بہت ضرورت ہوگی۔ تم سب وہ لاؤ"+
پھر زربانو کو حکم ہوا "تم خالص سے خالص سونا لاؤ۔ جواہرات سے محل
بنے گا۔ اور سونے کا گارا ہوگا۔ اس لئے سونا بھی بہت سا ہی چاہئے گا"+

غرض جتنی پریاں وہاں تھیں۔ سب کو الگ الگ کام بتائے اور سمجھائے
گئے + پھر ملکہ زرنگار نے گھنٹی بجائی۔ اس پر سب پریوں نے پہلی طرح سر
جھکائے۔ اور پھر پھُر سے سب اپنے اپنے ذمہ کے سامان جمع کرنے کے
لئے اُڑ گئیں +

کئی دن کے بعد وہ سب پریاں پھر جمع ہوئیں اور اپنے اپنے ذمے
کی ساری چیزیں لائیں۔ کسی کے پاس سونا تھا۔ کسی کے پاس لعل۔ کسی
کے پاس ہیرے ذرا سی دیر میں ملکہ زرنگار کے آگے جواہرات کے ڈھیر
لگ گئے۔ ایسے جواہر کہ دُنیا کے کسی بادشاہ کے خزانے میں نہ ہوں گے+

پریاں یہ جواہرات کے ڈھیر کس طرح اُٹھا لائیں۔ یہ ہمیں بھی معلوم نہیں لیکن ہر ایک نے اپنے ذمّے کی چیز ملکہ کے آگے لاکر حاضر کر دی +

اب ملکہ زرنگار نے اس تمام سامان سے ایسا خوب صورت۔ ایسا شان دار ایسا بڑا محل بنوایا۔ کہ انسان تو کیا پریوں نے بھی کبھی نہ دیکھا تھا + اس محل کی بنیادیں ہیرے بھرے گئے۔ اور اینٹ پتھر کی جگہ طرح طرح کے جواہرات۔ اور مٹی گارے کی جگہ سونا لگایا + دروازے موتیوں کے بنائے۔ اور کھڑکیاں یاقوت کی۔ اور چھت کسی ایسی چمکیلی چیز کی تھی۔ جس میں دھوپ چھاؤں کے سے رنگ بدلتے رہتے تھے +

جب یہ شیش محل بن کے تیار ہو چکا۔ تو پریوں نے خوب خوشی کا جلسہ منایا۔ اور اپنی ملکہ کو خوب خوش کیا +

ملکہ کو ہنستے اور خوش ہوتے دیکھ کر گلاب بانو نے کہا "پیاری ملکہ مجھے یقین ہے۔ کہ دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی خوبصورت محل نہ ہوگا"۔

ملکہ نے کہا "گلاب تجھے دُنیا کی کیا خبر ہے؟ آدم زاد اس سے کہیں خوبصورت محل بناتے ہیں!"

ملکہ کی یہ بات سُن کر پریاں چونکیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگی "آپ آدم زاد کا ذکر کرتی ہیں۔ جو سَو برس بھی نہیں جیتا۔ جو ایسا کمزور ہے۔ کہ ہاتھ میں ذرا سا کانٹا چُبھ جائے۔ تو لاچار ہو جاتا ہے"۔

ملکہ زرنگار نے کہا۔ ہاں ہاں وہی آدم زاد۔ وہی کمزور انسان +

اُس کے ہاتھ کو ذرا سا کانٹا بے شک دُکھا دیتا ہے۔ مگر یہ غضب کا ہاتھ ہے۔ اور اس کی عقل کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں ؛

جو محل یہ آدم زاد بناتا ہے۔ اس کے آگے یہ شیش محل کیا چیز ہے؟ اُسے نہ دھوپ بگاڑ سکتی ہے۔ نہ بارش۔ نہ برف۔ نہ اولے+ اس کی شان کو دیکھ کر ہم پریاں حیران رہ جاتی ہیں ؛

بلوریاں بولیں "حضور کا فرمانا صحیح ہوگا۔ مگر ہم نے تو آدم زاد کے بنائے ہوئے مکان صرف اینٹ گارے کے دیکھے ہیں ؛"

ملکہ زرنگار نے کہا "میں ان مکانوں کا ذکر نہیں کرتی۔ وہ محل جو یہ آدم زاد بناتا ہے۔ اس کا نام سیرت محل ہے+ جن قیمتی چیزوں سے وہ محل بنتا ہے۔ ان کے آگے ہمارے ہیرے لعل کیا چیز ہیں؟ میں تمہیں اُن کی چند چیزوں کے نام بتاتی ہوں+ سب سے پہلے بڑی قیمتی چیز ان کی سچائی ہے+ ان کے محل کی بنیاد میں ہیرے کی جگہ سچائی ہوتی ہے+ اس کی صفائی۔ چمک۔ اور خوبی کا کیا حال بتاؤں۔ دُنیا کی کوئی چیز اس کی برابری نہیں کر سکتی ؛

"اس میں جو اَور قیمتی چیزیں ہوتی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ رحم۔ محبت خیرات۔ تابعداری۔ ادب۔ یہ ایسی قیمتی چیزیں ہیں۔ کہ خالص سے خالص سونا بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور خوبی یہ۔ کہ ذرا ذرا سے بچے اس محل کو بنانا شروع کرتے ہیں+ اگر آدم زاد کی عمر زیادہ ہوا کرتی

تو خدا جانے یہ عقل کا پتلا کیا کیا کرتا۔ مگر اے پریو۔ تمہیں آدم زاد بچوں سے محبت چاہئے۔ جو بچے اس محل کے بنانے میں محنت کر رہے ہیں۔ تمہیں انہیں مدد دینی چاہیئے۔ تم ان کے چھوٹے چھوٹے پیارے پیارے بچوں کو یہ کام کرتے دیکھو۔ تو تمہیں ضرور ان پر بہت ہی پیار آئے ؟"

سب پریوں نے کہا "ہم بہت خوشی سے آدم زاد بچوں کو اس کام میں مدد دیا کریں گے۔ اور اِس محنت میں اُن کا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور ان کے خوب صورت شاندار سیرت محل کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے"

لعل کی تلاش

ایک بادشاہ تھا۔ اس کے اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہ بہت غمگین رہتا تھا۔ اور سوچا کرتا تھا۔ کہ میرے بعد میری اتنی بڑی عالیشان بادشاہت کا مالک کون ہوگا + اس فکر میں وہ کئی کئی وقت کھانا بھی نہ کھاتا تھا۔ اور دربار بھی نہ کرتا تھا + ایک دن اس کے وزیروں نے اس کے رنجیدہ رہنے کا سبب پوچھا + بادشاہ نے کہا "میں اس بات سے فکرمند رہتا ہوں۔ کہ میرے کوئی بال بچہ نہیں۔ اگر میں مر گیا۔ تو بعد میں میرا مُلک اور خزانہ کون سنبھالے گا ؟" وزیروں نے کہا "آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ اور اللہ کے فضل سے نا اُمید نہ ہوں ؟"

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار　　نہ ہو اس سے مایوس اُمیدوار

"ہم سب ابھی کسی فقیر کی تلاش میں جاتے ہیں۔ ان سے دُعا کروائیں گے۔ اور اللہ کی درگاہ سے اُمید ہے۔ کہ آپ کے دل کی مراد پوری ہو گی۔"

یہ سُن کر بادشاہ کو تسلّی ہوئی۔ اور اس کا دل مضبوط ہوُا۔ اور سب وزیر فقیر کی تلاش میں چاروں طرف نکل پڑے۔ سب سے بڑا وزیر بھی ایک طرف کو چلا۔ چلتے چلتے اُسے چھوٹی سی ایک باغیچی نظر پڑی۔ بہت تھکا ہوُا تھا۔ اس میں جا اُترا۔ کُنوئیں سے پانی پیا۔ اور تھوڑی دیر آرام کیا۔ جگہ اچھی تھی۔ مگر کوڑے کباڑ سے خراب ہو رہی تھی۔ وزیر نے وہاں جھاڑو دی۔ اور کنوئیں سے پانی نکال کر چھڑکاؤ کیا۔ صفائی سے فارغ ہو کر اُٹھا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کہ یہ کس کی باغیچی ہے۔ اس کا کون مالک ہے؟

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک غار کی طرف جا نکلا۔ جو اسی باغیچی میں تھا۔ اس میں ایک بُڈھا فقیر بیٹھا اللہ کی عبادت کر رہا تھا۔ وزیر نے اُسے سلام کیا۔ اور جب فقیر نے آنے کا سبب پوچھا۔ تو اس نے اپنا مطلب بتایا۔ اور بادشاہ کے لئے اولاد کی دُعا کروائی۔ فقیر نے اسے ایک سونٹا دیا۔ اور کہا "لے اسے اس باغ کے کسی آم کے درخت پر مار۔ ایک آم جھڑے گا۔ بس وہی لے کر تم واپس چلے جانا۔ اور بادشاہ

کی بیگم کو کھلانا - خدا کے فضل سے اُمید ہے - کہ بادشاہ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا"۔

وزیر نے ایسا ہی کیا - وہ سونٹا تو فقیر کو واپس دیا - اور خود آم لے کر بادشاہ کے پاس آیا - اور فقیر کا پیغام سُنایا + بادشاہ خوشی خوشی محل میں پہنچے - اور بیگم سے کہا - "یہ آم کھا لو"۔

خدا کی قدرت سے نو مہینے کے بعد بیگم کے ہاں خدا نے لڑکا دیا + محل میں بڑی خوشی منائی گئی - خوب جلسے کئے گئے - غریبوں کو اس قدر خیرات دی گئی کہ وہ مالا مال ہوگئے - مگر افسوس بچّہ پیدا ہونے کے چھٹے دن بادشاہ بیمار ہو کر مر گئے + اس کا صدمہ بیگم کو بہت ہوا - وہ کہتی تھی - کہ ہائے یہ کیسا منحوس بچّہ پیدا ہوا - کہ میرا پیارا خاوند دُنیا سے چل بسا۔

ایک سال بعد وزیر نے بیگم سے کہا "اب تم مجھ سے بیاہ کر لو" یہ بات بیگم کو بہت بُری لگی - اس قدر بُری - کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر اور بچّے کو لے کر پردیس میں نکل کھڑی ہوئی۔

چلتے چلتے رستے میں اُسے ایک دریا ملا + بیگم آپ بھی پیاسی تھی - اور بچّے کو بھی پیاس لگ رہی تھی - خود بھی پانی پیا - اور بچّے کو بھی پلایا + پانی کی اوک بھرتے وقت اُس کے ہاتھ میں ایک لعل کی گولی آگئی + وہ اُس نے سنبھال کر رکھ دی - اور خود آگے چل دی + دور چل کر اُسے کوئی گاؤں

ملا + اس نے وہاں کسی زمین دار سے رہنے کے لئے جگہ مانگی۔ اور ایک چرپائی بھی + زمین دار نے ترس کھا کر اُسے رہنے کے لئے ایک جھونپڑی دے دی + یہ اس میں رہ پڑی + اس جھونپڑی میں رہتی اور کوٹ پیس کر اپنی گزران کرتی تھی ٭
ایک دفعہ گاؤں کے چوک میں بہت سارے لڑکے گولیوں سے کھیل رہے تھے + بیگم کا بچہ آیا۔ اور کہنے لگا "اماں جان باہر لڑکے گولیوں سے کھیل رہے ہیں۔ ہمارے پاس گولی نہیں۔ ہم کس سے کھیلیں؟ ہمیں بھی کوئی گولی منگا دو" ٭

ماں نے وہ لعل رومال میں سے کھول کر اسے دے دیا + بچہ باہر جا کر اس سے کھیلنے لگا + ایک بڑا لڑکا پاس کھڑا تھا۔ اُس نے کہا "میاں لڑکے یہ آٹھ گولیاں ہم سے لے لو۔ تم ان سے کھیلو۔ اور اُن کے بدلے اپنی گولی ہمیں دے دو + بچہ لعل کی قیمت کیا جانے؟ جھٹ اپنی گولی دے کر اس کے بدلے آٹھ گولیاں لے لیں۔ اور بہت خوش ہوا + وہ بڑا لڑکا لعل لے کر بادشاہ کے پاس گیا۔ اور بادشاہ نے وہ لعل بہت سے روپے دے کر اس سے خرید لیا ٭

اس بادشاہ کی ایک اکلوتی اور بڑی پیاری لاڈلی بیٹی تھی۔ بادشاہ نے وہ لعل اُسے دے دیا + شہزادی نے اس لعل کو ریشم میں پرو کر پہن لیا۔ اور باغ میں اپنی سہیلیوں کے پاس پہنچی + سہیلیاں دیکھ کر کہنے لگیں۔ "واہ ایک ہی تو لعل ہے۔ ہم تو جب جانیں۔ جو تم اس کے ساتھ کے سات

لعل اَوَر منگا کر پہنو "۔

شہزادی کو اس بات سے بہت رنج ہُوا۔ وہ باغ سے واپس آکر اٹواانٹی کھٹوانٹی لے کر لیٹ گئی + اس کی انّا نے اس کی ماں سے کہا " آج شہزادی کچھ اُداس ہو رہی ہیں "۔ ماں دوڑی ہوئی آئی۔ اور کہا " بیٹی۔ تم اُداس کیوں ہو۔ تمہیں کسی نے کچھ کہا ہو۔ تو مَیں اُس کی زبان نکلوا دوں۔ جو کسی نے مارا ہو۔ تو اس کے ہاتھ کٹوا دوں۔ اگر کسی نے تمہیں ستایا ہو۔ تو اُسے جان سے مروا دوں۔ بولو کیا بات ہے "؟ شہزادی نے کہا " امّاں جو بات میں آپ سے کہوں گی۔ آپ اُسے پورا نہ کر سکیں گی۔ اس لئے آپ نہ پوچھیں "۔

ماں نے زبردستی کی۔ کہ نہیں میں ضرور پورا کروں گی۔ تب شہزادی نے کہا " جیسا یہ ایک لعل میرے پاس ہے۔ اس کے ساتھ کے سات لعل اور منگا دو + مَیں جب کھانا کھاؤں گی + اور جب ہی پانی پیوں گی۔ ماں نے کہا " یہ کیا بڑی بات ہے۔ تم اُٹھو مُنہ ہاتھ دھوؤ۔ کھانا کھاؤ۔ پانی پیو۔ تمہیں لعل ضرور منگا دوں گی "۔

ماں نے اس سے یہ وعدہ کر کے بادشاہ کے پاس کہلوا کر بھیجا۔ کہ اس کے ساتھ کے سات لعل اَوَر منگا دو۔ اُن کے نہ ہونے سے ہماری شہزادی بہت غمگین ہے + بادشاہ نے فوراً ہی اس لڑکے کو بُلایا۔ اور اس سے کہا۔ " اس کے ساتھ کے سات لعل ہمیں اَوَر لا دو۔ پندرہ دن کی مُہلت دیتے ہیں "+

وہ لڑکا بیچارہ ڈرتا سہمتا ہُوا واپس آیا۔ اور بادشاہ کے اس لڑکے کو بُلایا۔

اور کہا "میاں لڑکے اگر تمہارے پاس ہوں۔ تو اس گولی کے ساتھ کی ہمیں اور گولیاں لا دو" شہزادہ اپنی ماں کے پاس واپس آیا۔ اور کہنے لگا "اماں اس کے ساتھ کی اور گولیاں مجھے دے دو" ماں نے کہا "بیٹا میرے پاس اور تو کوئی گولی نہیں" اُس نے اِس بڑے لڑکے سے کہا "میرے پاس نہیں ہیں میری اماں نے وہ لعل ایک دریا میں سے نکالا تھا۔ تم بھی جا کر نکال لاؤ"

اس بڑے لڑکے نے جواب دیا "میاں تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ہم دونو ڈھونڈھیں گے" اس نے منظور کر لیا۔ دونوں دریا پر پہنچے۔ دیکھا۔ تو اتفاق سے اُسی وضع۔ رنگ۔ صورت کے سات لعل اَور بہے چلے آ رہے ہیں بڑے لڑکے نے کہا "تو بس ہمارا کام تو بن گیا۔ اب چلو واپس چلیں لیکن شہزادے نے کہا "بھائی چلو۔ اس دریا میں غوطہ مار کر معلوم کریں۔ کہ یہ لعل کہاں سے آ رہے ہیں" بڑے لڑکے نے بہت سمجھایا۔ کہ نہ جاؤ۔ مگر شہزادے نے نہ مانا۔ وہ تو ایک بہادر بادشاہ کا بیٹا تھا۔ بالکل نڈر ہو کر دریا میں چلا گیا۔ مجبور ہو کر بڑا لڑکا بھی ساتھ ہی دریا میں کودا۔

شہزادہ اور وہ لڑکا دونوں دریا کی تہ میں نیچے پہنچے۔ جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوب صورت عورت کا سر جھنبکلے پر کٹا رکھا ہے۔ اور اس کے سر سے جو خون کی بوندیں گرتی ہیں۔ وہ دریا میں جا کر لعل بن جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر دونوں بہت حیران ہوئے۔ کتنی دیر تک خدا کی قدرت کا تماشا دیکھا کئے۔ تھوڑی دیر بعد زور کی آندھی آئی۔ اور عجب شور و غل ہونے لگا۔ بڑا

لڑکا تو ڈر کر جس راستے سے آیا تھا۔ واپس چلا گیا + شہزادے کو علم نجوم آتا تھا۔ وہ مکھی بن کر جس چھپر کھٹ میں اس سر کا باقی حصہ یعنی دھڑ رکھا تھا اس کی نواڑ میں گھس کر چھپ گیا ٭

تھوڑی دیر بعد دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک بہت ہی بڑا دیو آیا + اس نے کیا کیا۔ کہ اس عورت کا سر لے کر دھڑ پر لگایا۔ اور سرہانے کی چھڑی پائینتی کی۔ اس سے وہ عورت زندہ ہو گئی۔ اور کلمہ پڑھتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ جن کہنے لگا "مانس گند۔ مانس گند! یعنی آدمی کی بُو آرہی ہے۔ ضرور آج کوئی آدمی اس باغ میں آیا ہے" عورت بولی "تم بے وقوف ہوئے ہو؟ بیس برس ہوئے تم میرے ماں باپ سے مجھے چھڑا کر لائے ہو۔ میں نے تو جب سے کسی آدم زاد کو دیکھنا کیسا۔ انسان کی آواز تک بھی نہیں سُنی + تم کیا باتیں کرتے ہو؟" جن نے کہا "ضرور کوئی آدمی ہے۔ میں کبھی نہ مانوں گا + ضرور کوئی آدمی ہے" ٭

عورت۔ تمہیں تو نہ معلوم کیا ہو گیا! اگر تم یقین نہ جانو۔ تو جا کر سب باغ دیکھ ڈالو + اس نے ایسا ہی کیا + پھر کہنے لگا "اچھا۔ اب تم کھانا کھاؤ" + جن عورت کو کھانا کھلا کر واپس چلا گیا۔ اور اسی طرح اس کا سر تلوار سے کاٹ کر چھینکے پر رکھ گیا + لڑکا جو مکھی بنا ہوا تھا۔ عورت کو زندہ کرنے کی ترکیب اب دیکھ چکا تھا۔ جن کے چلے جانے کے بعد وہ باہر نکلا۔ اسی طرح اس نے عورت کا سر جوڑا۔ سرہانے اور پائینتی کی چھڑیاں بدل ڈالیں ٭

سر جُڑتے ہی عورت اُٹھ بیٹھی - اور بولی "اے خدا کے بندے تو کیوں کر یہاں آیا ہے - اور کیوں اپنی جان گنوانے کے پیچھے پڑا ہے - یہ جن تو تجھے ہرگز جیتا نہ چھوڑے گا + بابا جا ابھی چلا جا + جب میرا بیاہ ہوا - اور میں اپنی سسرال جا رہی تھی - تو راستے میں سے یہ جن یہاں اُڑا لایا تھا - تب سے میں اس کی قید میں ہوں" + لڑکے نے کہا "تم کیوں میرے چلے جانے کو کہہ رہی ہو؟ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر ہرگز نہ جاؤں گا" + وہ کہنے لگی - تم مجھے کس طرح لے جاؤ گے - یہ جن تو مجھے ہرگز نہ چھوڑے گا"+

شہزادے نے جواب دیا "اب کے جن آئے - تو تم اس سے یہ پوچھنا + کہ اچھے میاں اگر خدا نہ کرے - تم مر گئے - تو میں ساری عمر یوں ہی گردن کٹی پڑی رہوں گی - اور میری عمر برباد ہو گی - تم یہ تو بتاؤ - کہ تمہاری جان کس چیز میں ہے؟ جب وہ بتاوے گا - تو میں اس کے بتائے ہوئے پتے پر جا کر اس کی جان نکال لوں گا" + اس عورت نے کہا "اچھا"+

اتنے میں پھر اسی طرح آندھی آئی - اور بڑی بڑی ہیبت ناک ڈراونی آوازیں آنے لگیں + اس لڑکے نے جلدی سے عورت کا سر کاٹ کر اسی چھینکے میں رکھ دیا - اور آپ پھر مکھی بن کر اس کے پلنگ کے نیچے نواڑ میں چپک گیا + جن آیا - اور پھر کہنے لگا "مانس گند - مانس گند!" وہ عورت بولی "میاں تمہیں وہم تو نہیں ہو گیا ہے؟ یہاں آدمی کہاں؟ آؤ - بیٹھو - کھانا کھاؤ"+

کھانا کھا چکنے کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں کیں۔ پھر وہ عورت کہنے لگی۔ "اچھے میاں اگر خدا نہ کرے۔ تم مر جاؤ۔ تو میں اسی طرح سر کٹی پڑی رہ جاؤں گی۔ میری عمر تو یوں ہی برباد ہو جائے گی۔ یہ تو بتاؤ۔ کہ تمہاری جان کس چیز میں ہے؟" جن بولا "اجی مجھے کون مار سکتا ہے؟ میری جان کوئی نہیں نکال سکتا۔ میری جان بڑی مشکل جگہ میں ہے۔ کسی کی مجال نہیں۔ جو وہاں تک پہنچ سکے"۔

عورت بولی "آخر بتاؤ تو سہی۔ کس چیز میں ہے؟" جن نے کہا۔ یہاں سے سات دریا کے پار ایک دریا لہو کا ہے۔ اس کے پار جا کر ایک تاڑ کا درخت ہے۔ اُس پر ایک طوطے کا پنجرہ ٹنگا ہُوا ہے۔ اگر کوئی اس طوطے کو مار دے۔ تو پھر میں بھی مر جاؤں گا۔ لیکن ایسی جان جوکھوں کی جگہ پہنچنے کی ہمت کس میں ہے"۔ اس کے بعد وہ اور باتیں کرنے لگا۔ پھر اسی طرح عورت کا سر کاٹ کر چھینکے میں رکھا۔ اور چلا گیا۔

شاہزادہ باہر نکلا۔ اور کہنے لگا "اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔ اور جن کی جان نکال کر آتا ہوں۔ پھر تو تم ضرور میرے ساتھ چلو گی"۔ عورت نے کہا "وہاں تک جانا بہت مشکل ہے"۔ لڑکے نے کہا "میرا خدا مالک ہے۔ وہی پار پہنچا دے گا"۔ یہ کہہ کر اس نے اُسی طرح عورت کا سر کاٹا اور چلا گیا۔

وہ بڑا لڑکا تو پہلے ہی شہزادے سے چھُپ کر چلا گیا تھا۔ شہزادہ دریا میں اللہ کا نام لے کر کُودا۔ اور ہاتھ مارتا۔ اور ساتوں دریا پار کرتا ہُوا لہو کے

دریا پار جا پہنچا۔ وہ تاڑ کے درخت پر چڑھا۔ تو اس طوطے نے خوب زور
زور سے غل مچانا شروع کیا ؛
اس کی آواز سے اس زور کی آندھی آئی۔ کہ وہ درخت ہلنے اور بڑے
زور سے جھومنے لگا۔ یہ جلدی جلدی تاڑ کے اوپر چڑھا۔ وہاں پہنچ کر اس
طوطے کو جلدی سے پکڑ کر اس کی ٹانگیں چیر ڈالیں + طوطے کا مارنا تھا۔ کہ
اس دیو کی بہت موٹی اور لمبی لاش وہاں آن پڑی + اس نے جن کے کان
کاٹے۔ اور اس کی ناک بھی کاٹ کر رومال میں باندھ لی۔ اور واپس چل پڑا
واپسی پر نہ وہ دریا تھا۔ نہ وہ اتنا لمبا جنگل۔ وہ جلدی ہی واپس آگیا۔ اور
اس عورت سے کہنے لگا۔ " لو اب چلو۔ اب تو ضرور تمہیں چلنا ہوگا "
عورت نے کہا " مجھے تو یقین نہیں آتا۔ کہ تم اسے مار آئے ہو + کیا تم
اس کے مرنے کی کوئی نشانی لائے ہو ؟" شہزادے نے کہا " ہاں لو مجھے تو
یاد بھی نہیں رہا تھا۔ لو یہ اس کے کان ناک ہیں۔ دیکھو اب تو تمہیں یقین آگیا ؟"
عورت۔ ہاں۔ لیکن ابھی ایک اور شرط ہے۔ وہ یہ کہ میری بہن کو ایک اور
جن اڑا کر لے گیا ہے۔ اس کو بھی اس آفت سے چھڑاؤ ؛
شہزادہ۔ مجھے تو معلوم نہیں وہ کہاں رہتی ہے۔ تم مجھے اس کا پتہ بتادو
اور میرے ساتھ چلو ؛
عورت نے کہا " اچھا "
یہ کہہ کر دونوں دریا سے باہر نکلے۔ اور چلتے چلتے اس عورت کی بہن کے

پاس پہنچے + وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کی بہن بے خبر سوئی پڑی ہے +
عورت اس کے پاس پہنچی۔ لیکن شہزادہ ایک جھونپڑی میں ٹھہرا رہا +
وہ عورت اپنی بہن کو جگا کر کہنے لگی۔ اُٹھو بہن۔ تم ابھی تک سوئی ہو؟ اس
کی بہن بولی "کیا کروں۔ جب تک وہ جن سوتا ہے۔ میں بھی سوتی ہوں +
وہ جن چھ مہینے سوتا ہے۔ اور چھ مہینے جاگتا ہے + اس لئے میں بھی سو
جاتی ہوں۔ تم میرے پاس کیسے آ گئیں؟"
اس نے سارا قصہ سنایا۔ اور کہا "ایک شہزادہ بڑا نیک بخت مجھے اس
جن سے چھڑا کر لایا ہے۔ وہ جن تو مر گیا۔ اب وہ شہزادہ تمہارے جن کو بھی
مارنے آیا ہے۔ اب وہ جن آئے۔ تو تم اس سے یہ کہنا۔ کہ میاں اگر خدا
نہ کرے۔ تم کو کوئی سوتے وقت مار جائے۔ تو میں کیا کروں۔ یہاں کوئی
آدمی بھی نہیں آتا۔ جو مجھے یہاں سے نکال کر میرے ماں باپ تک پہنچائے
گا۔ میں تو رو رو کر مر جاؤں گی۔ مجھے یہ بتاؤ تمہاری جان کس چیز میں ہے +
" بہن نے کہا "اچھا۔ اب تم جاؤ۔ شاید جن نہ آ جائے۔ کیوں کہ اس کے آنے
کا وقت ہے" وہ عورت واپس آ گئی۔ اور شہزادے کو بتا دیا +
اس عورت کی بہن نے اپنی بہن کی طرح بتائی ہوئی باتیں جن سے پوچھیں +
اس نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ کہ میری جان بڑے عذابوں میں ہے +
کسی کو اتنا حوصلہ نہ ہو گا۔ کہ وہاں پہنچے + کئی پہاڑوں کے پرے ایک
جنگل ہے۔ اس میں ایک بڑا اونچا کھجور کا درخت ہے۔ اس کی جڑ میں دو

گز نیچے ایک صندوقچہ ہے۔ اُس کے بیچ میں ایک ڈِبّہ ہے۔ ڈِبّے کے بیچ میں ایک ڈِبیا ہے۔ اس میں ایک کالا بھونرا ہے۔ اور اس بھونرے میں میری جان ہے+ اگر کوئی اس بھونرے کو مار دے۔ تو مَیں مر جاؤں گا۔ لیکن اتنی جُراُت کس میں ہو سکتی ہے"۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ جِن چلا گیا۔ اور وہ عورت اس کے پاس آئی۔ اور پوچھا "بتاؤ کیا پتہ بتایا"؟ اس نے سارا حال سُنایا۔ اور اس عورت نے شہزادے سے ذکر کیا+ شہزادہ کہنے لگا "بہت اچھّا میں جاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر شہزادہ چلا۔ اور اسی جنگل میں پہنچا۔ اسے وہی کھجور کا درخت ملا۔ اس نے اس کی جڑ کو کھودا۔ اور پھر اس کے نیچے سے صندوقچہ نکالا+ صندوقچہ کا نکلنا تھا۔ کہ بڑے زور سے آندھی آئی۔ اور اس قدر اندھیرا ہو گیا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ شہزادہ نے ہمّت کر کے جب وہ ڈبیا نکالی۔ تو آندھی کا اِتنا زور ہوُا۔ کہ وہ کھجور کا درخت زمین سے لگ لگ جانے لگا۔ اور ہر طرف اندھیرا گھُپ ہو گیا+ شہزادے کے صافے میں ایک بڑا اسا را ہیرا تھا۔ اس کی روشنی میں اُس نے اُس بھونرے کو زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسل دیا+

اس بھونرے کے مرتے ہی جِن کی ایک بہت ہی لمبی موٹی اور بھاری لاش دھم سے زمین پر آ رہی۔ اس نے اس کی بھی ناک کاٹی اور کان کاٹے اور وہاں سے چلا+ اب واپس آنے پر نہ وہ اتنا لمبا جنگل تھا۔ نہ وہ اُونچے پہاڑ وہ جلد ہی اس عورت کے پاس جا پہنچا۔ وہاں سے ان دونوں کو لے

کر اپنی ماں کے پاس آیا+ وہ لعل اس بڑے لڑکے کے ہاتھ بادشاہ کو بھیجے + بادشاہ نے محل میں لڑکی کے پاس پہنچوا دئیے +شہزادی وہ لعل ریشم میں پرو اور پہن کر پھر اپنے باغ میں گئی۔ اور سہیلیوں سے کہا۔ لو اب میں وہ لعل بھی پہن آئی ٭ سہیلیاں۔ لعل پہنے تو کیا پہنے؟ ہم تو جب جانیں جو اس لعل کے لانے والے لڑکے سے بیاہ کرو ٭

شہزادی پھر اپنے محل میں آئی۔ اور اٹوانٹی کھٹوانٹی لے کر لیٹ گئی۔ نہ کھانا کھایا۔ نہ پانی پیا+ اس کی انّا پھر بیگم کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی "شہزادی اسی دن کی طرح پھر اُداس ہیں۔ آپ چل کر اُن کو تسلّی دیں+ بیگم آئیں۔ اور بیٹی سے کہا "میری جان پیاری بیٹی۔ تم کیوں اُداس ہو؟ اگر کسی نے مارا ہو۔ تو اس کے ہاتھ کٹوا دوں۔ اور اگر کسی نے کچھ کہا ہو۔ تو اس کی جان نکلوا دوں۔ کچھ تو بتاؤ؟"

اُس نے کہا "امّاں جان۔ مَیں جو کچھ کہوں گی۔ آپ ہرگز اس کو پورا نہ کر سکیں گی۔" ماں نے کہا "نہیں میں ضرور پورا کروں گی+ شہزادی نے کہا "تو امّاں جو آدمی یہ لعل لایا ہے۔ اس سے میری شادی ہو جائے۔ مَیں جب ہی کھاؤں گی۔ اور جب ہی پانی پیوں گی۔" امّاں نے کہا "بیٹا یہ کون سی بڑی بات ہے؟ مَیں ابھی پندرہ سولہ دن میں تیری شادی کر دوں گی۔" یہ کہہ کر بیٹی کے پاس سے واپس آئی۔ اور بادشاہ کو کہلا بھیجا۔ کہ جو شخص لعل لایا تھا۔ اس سے شہزادی شادی کرنا چاہتی ہیں ٭

بادشاہ نے بڑے لڑکے کو بُلایا۔ اور پوچھا "یہ لعل تو نے کس سے لیا تھا؟" اس نے کہا۔ ہمارے گھر کے قریب ہی ایک غریب عورت اپنے لڑکے سمیت رہتی ہے۔ اس کے لڑکے سے میں نے لعل لیا تھا۔" بادشاہ نے کہا۔ "اچھا۔ اس کو بُلاؤ۔" وہ لڑکا گیا۔ اور شہزادے کو بُلا لایا۔ اور بادشاہ کے حضور میں حاضر کر کے کہا "یہ لڑکا ہے۔ جس سے میں نے وہ لعل لیا تھا"۔

بادشاہ نے اس کی ذات پوچھی۔ لڑکا بولا "جناب جو حضور کی ذات۔ وہ میری ذات۔ میرا باپ فلاں ملک کا بادشاہ تھا" اور اسی طرح اوّل سے آخر تک سارا حال کہہ سُنایا۔ جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ بھی کسی ملک کا شہزادہ ہے۔ تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ جب دونوں کا بیاہ ہو گیا۔ تو شہزادی پھر باغ میں گئی۔ اب اس کی سہیلیوں نے کہا۔ کہ ہاں اب تم بہت اچھی لگتی ہو۔

پھر دونوں میاں بیوی آرام سے رہنے لگے۔ اس کی ماں کو بھی بُلایا۔ بادشاہ کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اُس نے اپنا ملک شہزادے کو دے دیا۔ پھر وہ شہزادہ بادشاہ بن گیا۔ اور خوش و خورم رہنے لگے۔

ان دونوں عورتوں کے پتے معلوم کر کے انہیں اپنے اپنے گھر پہنچا دیا گیا۔ اور وہ بھی ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگیں۔

گیند باد شہزادی

ایک بادشاہ نے ایک باغ نہایت خوب صورت بنوایا۔ لیکن جب صبح جاکر اسے دیکھتا۔ تو اسے اُجڑا ہُوا پاتا۔ وہ بے چارا اس اُجڑے ہوئے باغ کو پھر درست کرواتا۔ لیکن اگلے دن صبح کو وہ پھر اُجاڑ ہو جاتا۔

اس بادشاہ کے تین لڑکے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے تینوں کو بُلا کر کہا "جو رات کو جاگ کر اس باغ کے اُجاڑنے والے کا پتہ لگائے۔ اس کو مَیں اپنی بادشاہت دوں گا۔"

سب سے بڑے لڑکے نے کہا۔ "اس چور کا مَیں پتہ لگاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ شام کو باغ میں جاکر ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اور کتنی ہی دیر تک جاگتا رہا۔ لیکن آدھی رات کو جب نیند کا زور ہُوا۔ تو وہ سو گیا۔ پھر صبح کو جو باغ دیکھا۔ تو ویسا ہی اُجڑا ہُوا۔

بادشاہ نے منجلے بیٹے کو بُلایا۔ اُس نے کہا "مَیں ضرور ہی چور کا پتہ لگاؤں گا۔" لیکن وہ لڑکا بھی آدھی رات کے وقت سو گیا۔ صبح کو دیکھیں۔ تو باغ پھر اُجڑا ہُوا۔ بادشاہ اپنے رنج اور افسوس میں بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ اس کا سب سے چھوٹا لڑکا آیا۔ اور کہنے لگا "ابّا جان میں ضرور پتہ لگا کر چھوڑوں گا۔"

باپ نے کہا "بے وقوف ہو رہے ہو۔ تم سے بڑوں سے تو پتہ لگا نہیں تم کس طرح لگاؤ گے؟" لڑکا بولا "نہیں ابّا جان چاہے کچھ ہو۔ میں ضرور پتہ لگاؤں گا۔"

آخر وہ چھوٹا لڑکا بھی باغ میں آیا۔ اور خوب ہوشیاری سے جاگتا رہا + جب آدھی رات گزری۔ تو دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک نہایت خوب صورت تخت ہے۔ اس کو چار جن پکڑ کر آہستہ آہستہ زمین کی طرف لا رہے ہیں۔ اور اس تخت پر چار بہت خوب صورت پریاں بیٹھی ہیں + جب تخت باغ میں زمین پر آ کر ٹھیرا۔ تو وہ چاروں پریاں اس پر سے اُتریں۔ پہلے تو خوب ناچیں گائیں۔ پھر ایک پری نے ایک درخت کو نیچے جھکا کر پھل توڑنا چاہا۔ وہ توڑنے کو ہی تھی۔ کہ پیچھے سے بادشاہ کے لڑکے نے آ کر اس کا پہنچا پکڑ لیا۔ اور کہا "اب میں سمجھا۔ تم ہی اس باغ کی چور ہو"

پری نے اس کی طرف دیکھا۔ اور بولی "تم ہمارا پتہ کسی کو نہ بتانا۔ اس کے بدلے یہ بال میرے سر کا لے لو + جب تم پر کوئی آفت آئے۔ یہ سورج کو دکھانا۔ ہم فوراً مدد کو تمہارے پاس پہنچیں گے۔ تم جو کام چاہو گے ہم پورا کریں گے۔ شہزادہ مان گیا۔ اور ان کو چھوڑ دیا"

صبح کو جب بادشاہ نے آ کر دیکھا۔ تو باغ ویسا ہی ہرا بھرا تھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور شہزادے سے کہا "لو اب میں تمہیں اپنے ہاتھ سے بادشاہی کپڑے پہناتا ہوں" شہزادے نے جواب دیا "ابّا جان میں سب سے چھوٹا ہوں۔ یہ کپڑے آپ بڑے بھائیوں کو پہنا دیں"

باپ اس بات سے بہت خوش ہوا۔ لیکن دونوں بڑے بھائی جلے۔ اور انہوں نے کہا "ہم پسند نہیں کرتے چھوٹے بھائی کی بادشاہت میں رہنا

یہ کہہ کر اصطبل میں آکر دونوں نے دو خوب صورت گھوڑے لئے اور عمدہ کپڑے پہن کر ملک سے جانے لگے + سب سے چھوٹے شہزادے نے باپ سے کہا ”میں بھی بھائیوں کے ساتھ جاؤں گا“ + بادشاہ نے بہت روکا۔ مگر یہ نہ مانا۔ اور بھائیوں کے ساتھ ہو لیا +

جب تینوں شہزادے اپنے باپ کے ملک سے باہر ہو گئے۔ تو دونو بڑے شہزادوں نے اس کا گھوڑا چھین لیا۔ اپنا اسباب اس کے سر پر رکھ دیا۔ اور چابک مار کے کہا ”ہمارے گھوڑوں کے ساتھ تیز قدم چلو“ +

آخر چلتے چلتے کسی اَور بادشاہ کی بادشاہی میں پہنچے۔ وہاں ایک دُکان کرائے پر لے کر اس میں اپنا اسباب اُتارا + آپ دونوں تو سیر کے لئے باہر چلے گئے۔ اور چھوٹے شہزادے سے کہہ گئے۔ کہ تم ہمارے لئے کھانا پکانا + اس بے چارے نے کھانا تیار کیا۔ پھر کچھ دیر بعد دونوں شہزادے آگئے دونوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اور اس غریب چھوٹے شہزادے کو علیحدہ نوکروں کی طرح کھانا دے دیا + غرض اس طرح چھوٹے شہزادے کو وہ بہت بُری طرح رکھنے لگے +

جس بادشاہ کے ملک میں یہ اُترے تھے۔ اس کی ایک شہزادی تھی۔ اس کو اس کے باپ نے اختیار دے دیا تھا۔ کہ اپنی شادی اپنے اختیار سے کرے + شہزادی نے ایک بہت اُونچا مینار بنوایا۔ ہر مہینے ایک دن بہت بڑا جلسہ کرتی۔ اور آپ اس مینار پر بیٹھتی۔ اور ایک گیند نیچے پھینکتی۔

پھر ہر ایک آدمی سے کہتی "یہ گیند مجھے واپس اُوپر پہنچا دو" + اس کا اقرار تھا۔ کہ جس کی گیند مجھے لگ گئی۔ اسی سے میں شادی کر لوں گی + بہتیرے لوگ گیند مارتے۔ لیکن کسی کی گیند اسے نہ لگتی +

ایک دفعہ یہ جلسہ ہُوا۔ تو یہ دونوں بڑے شہزادے بھی گئے۔ لیکن اپنے چھوٹے بھائی کو اس دُکان میں بند کر گئے + جب یہ دونوں شہزادے چلے گئے۔ تو چھوٹے شہزادے نے وہی پریوں کا دیا ہُوا بال سورج کو دکھایا۔ پریاں آ گئیں۔ شہزادے نے کہا "آج اس ملک کی شہزادی نے جلسہ کیا ہے۔ میرا دل بھی اس جلسے میں جانے کو چاہتا ہے۔ لیکن میرے بھائی مجھے بند کر گئے ہیں۔ اور میرے کپڑے بھی بہت خراب ہیں۔ مجھے سواری کو ایک خوب صورت اُڑنے والا گھوڑا اور ایک اچھا جوڑا لا دو۔ اور باہر سے کُنڈی بھی کھول دو" +

پریوں نے سب چیزیں اس کو لا دیں۔ اور باہر سے تالا بھی کھول دیا + چھوٹے شہزادے نے کنوئیں پر جا کر اور نہا دھو کر کپڑے بدلے۔ اور اس گھوڑے پر چڑھ کر اس جلسے میں جا پہنچا + اس کے بڑے بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا "یہ تو ہمارا چھوٹا بھائی معلوم ہوتا ہے" + دوسرے نے کہا "اس کے پاس ایسا گھوڑا۔ اور ایسا لباس کہاں سے آیا؟ یہ وہ نہیں ہے" + غرض یہ چپکے ہو گئے +

جب چھوٹے بھائی کی باری گیند اُچھالنے کی آئی۔ تو اُس نے وہ گیند

لے کر کچھ دُور گھوڑا اُڑایا - اور شہزادی کے جا مارا + جب مار کر ہاتھ پیچھے کیا - تو اس کا ہاتھ مینار کے ایک ٹوٹے ہوئے شیشے پر جا پڑا - جس سے اس کے ہاتھ میں چوٹ آئی - اور ایک اُنگلی کٹ گئی + شہزادے نے جلدی سے گھوڑا بھگایا - اور اُسی کنوئیں پر پہنچا - سورج کو پھر بال دکھایا - اور جب وہ پریاں آئیں - تو لباس اور گھوڑا واپس کیا - اپنا میلا لباس پہن لیا - اور دُکان میں آ کر کھانا پکانے لگا +

جب اس کے بھائی آئے - تو آپس میں ذکر کرنے لگے "معلوم نہیں وہ کون لڑکا تھا - جس کی گیند شہزادی کو لگی - شہزادی اس کو تلاش کروا رہی ہے - اس کے ہاتھ میں چوٹ بھی آئی تھی" + پھر اپنے بھائی کے ہاتھ میں چوٹ لگی دیکھ کر پوچھا "یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہوا ؟" اُس نے چھپانے کے لئے کہا "لکڑیاں توڑتے وقت ہاتھ میں چوٹ لگ گئی - وہ دونوں یہ سُن کر چُپ ہو گئے" +

شہزادی نے ڈھنڈورا پٹوا دیا - کہ جس کے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی ہو - اُس کو میرے پاس لاؤ - سپاہی چھوٹے شہزادے کے ہاتھ میں چوٹ دیکھ کر اُسے بھی پکڑ کر لے گئے + شہزادی نے اسے پہچان کر کہا "میں تم ہی سے شادی کروں گی - اور بادشاہ کو اس بات کی خبر کی" +

بادشاہ نے بلا کر اس سے پوچھا - اور حکم دیا - کہ تم سامان شادی کا کرو + اس نے کہا "اچھا" + پھر وہی بال سورج کو دکھایا - اور پریاں آئیں - ان

سے کہا۔ "میری شادی کا سامان کردو" ان پریوں نے خوب دھوم دھام
سے برات کا سامان سجایا۔ اور خود بھی ساتھ گئیں + بادشاہ نے بہت خوش
ہو کر اپنی لڑکی کا بیاہ کر دیا ۞
کچھ دنوں تو شہزادہ شہزادی کے ملک میں رہا۔ پھر بادشاہ سے کہا
"اب میں اپنے ملک کو جاتا ہوں" بادشاہ نے خوشی سے اجازت دے
دی + چھوٹا شہزادہ خوشی خوشی اپنے باپ کے ملک میں پہنچا۔ اس کا باپ
اپنے بیٹوں کی جُدائی میں روتے روتے اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے جا کر
سلام کیا۔ پھر باپ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ بادشاہ کی آنکھیں کھُل گئیں +
وہ شہزادے اور شہزادی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ پھر جب بادشاہ مر
گیا۔ تو یہی شہزادہ تخت پر بیٹھا۔ اور بادشاہ ہو کر خوش و خرم رہنے لگا ۞

بطخوں والی لڑکی

ایک شہزادی کا باپ مر گیا تھا۔ اس کی ماں جو ملکہ تھی۔ اس سے بہت محبت
رکھتی تھی + جب شہزادی جوان ہوئی۔ تو ایک دور کے ملک کے شہزادے
سے اس کی شادی ٹھیری + ملکہ نے رخصت کے وقت اس کو طرح طرح
کی خوب صورت اور بیش قیمت چیزیں دیں۔ سونے چاندی کے برتن۔
ہیرے جواہرات اور عمدہ سے عمدہ ریشم کے کپڑے۔ ان کے علاوہ ایک
باندی اور دو گھوڑے بھی دیئے۔ ان میں سے ایک گھوڑا عجیب قسم کا

تھا۔ وہ شہزادی سے باتیں کیا کرتا تھا ؞

چلنے سے پہلے ملکہ نے اپنی بیٹی کو ایک باریک سا سونے کا ورق دیا۔ جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ رخصت کے وقت ماں نے کہا "پیاری بچّی۔ اس نقش کی بہت خبرداری رکھنا۔ یہ تمہاری خبرداری رکھے گا۔ جب تک یہ نقش تمہارے پاس رہے گا۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا + شہزادی نے وہ نقش لے کر اپنی واسکٹ میں رکھ لیا۔ ماں بیٹیاں گلے ملیں۔ اور پھر شہزادی اور اس کی باندی گھوڑوں پر سوار ہو کر رخصت ہوئیں + سورج چمک رہا تھا۔ اور گرد اُڑ رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں شہزادی کو پیاس لگ آئی۔ اس نے باندی سے کہا "بی لڑکی ذرا اُتر کر میرا سونے کا پیالہ نکالو۔ اور مہربانی کر کے مجھے اس بہتے نالے سے پانی پلا دو + یہ باندی نہایت گستاخ اور کام چور تھی۔ اس نے کہا "بی شہزادی ہم سے تو نہیں اُترا جاتا۔ تم آپ ہی اُتر کر پانی پی لو" شہزادی کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ مگر خیر اُس نے چپکے ہی گھوڑے سے اُتر کر پانی پی لیا۔ اور پھر سوار ہو کر آگے چل دی + گرمی تیز تھی۔ ذرا سی دیر کے بعد اسے پھر پیاس لگ آئی + باندی نے اس دفعہ بھی پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ بے چاری شہزادی پھر اُتری۔ اور نالے کے کنارے پانی پینے جھکی۔ باندی کی بدسلوکی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ نقش میں سے آواز آئی ؎

تری ماں جو یہ حال تیرا سُنے ۔۔۔ تو دل اس کا صدمے سے کیسا کڑھے

شہزادی نے پانی پی کر جو سر اُٹھایا۔ تو نقش واسکٹ میں سے نکل کر پانی میں گر گیا۔ شہزادی نے تو اُسے گرتے نہیں دیکھا۔ لیکن باندی نے دیکھ لیا + وہ بہت ہی خوش ہوئی۔ اور سمجھی۔ کہ بس اب کام مار لیا۔ جو چاہوں گی۔ کروں گی۔ اب شہزادی کو مدد دینے والا کون ہے؟

چنانچہ جب شہزادی گھوڑے پر سوار ہونے لگی۔ تو باندی نے کہا۔ "ہٹ پرے۔ یہ گھوڑا تیرا نہیں میرا ہے" + باندی نے گھوڑے کے ساتھ شہزادی کے کپڑے بھی لے لئے۔ اور اپنی پوشاک شہزادی کو پہنا دی + باندی خوب اترائی ہوئی گھوڑے پر سوار ہو کر چلی۔ اور اپنا ڈھیلا سا ٹٹو شہزادی کو دے دیا۔ اور کہا "اگر تو نے کسی سے یہ بات کہی۔ کہ میں شہزادی ہوں۔ تو میں تجھے جان سے مار ڈالوں گی۔ آخر یہ دونوں بادشاہی محل میں پہنچیں + بادشاہ دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ نقلی شہزادی ظاہر میں تو بہت خوش تھی۔ کہ میں مزے سے شہزادی بن گئی۔ مگر دل میں سوچتی تھی۔ کہ خدا جانے میرا انجام کیا ہو گا + اصلی شہزادی بھی اس کے ساتھ ساتھ باندیوں کی طرح لگی پھرتی تھی۔ مگر ڈر کے مارے مُنہ سے کچھ نہ کہتی تھی + شہزادے کا بڈھا باپ اصلی شہزادی کو گھڑی گھڑی غور سے دیکھتا تھا۔ اور جی میں کہتا تھا۔ کہ یہ باندی تو معلوم نہیں ہوتی۔ اس کی صورت شکل اور سنہری بال شہزادیوں سے ملتے جلتے ہیں + آخر بادشاہ نے نقلی شہزادی سے پوچھا "تمہارے ساتھ یہ لڑکی کون ہے؟" اس نے کہا "یہ ہمارے گھر کی باندی ہے۔ اور بڑی ہی

کام چور- اور سُست لڑکی ہے- اُسے کوئی سخت کام دینا چاہئے کہ اس کی سُستی دُور ہو" بادشاہ نے کہا" اچھّا وہ لڑکا جو بطخیں چُگا رہا ہے- اسے اُس کی مدد کے واسطے بھیج دو+ نقلی شہزادی نے کہا" ہاں یہ ٹھیک ہے" بس اصلی شہزادی بطخیں چُگانے چلی گئی+ جو لڑکا کھیت میں پہلے سے بطخیں چُگا رہا تھا- اس کا نام الیاس تھا- اب شہزادی بھی اس کی ساتھی بن گئی÷

نقلی شہزادی کا داؤ تو لگ ہی رہا تھا- ایک روز اس نے اپنے شوہر سے کہا" مَیں چاہتی ہوں- کہ مَیں جس گھوڑے پر سوار ہو کر آئی ہوں- تم اس کو جان سے مروا ڈالو+ وہ بڑا شریر اور جنگلی جانور ہے- کسی دن بہت سے آدمیوں کو مار ڈالے گا" اصل بات یہ تھی- کہ نقلی شہزادی اپنے جی میں ڈرتی تھی- کہ یہ گھوڑا باتیں کر سکتا ہے- کسی دن اس نے میرا بھید کھول دیا- تو پھر میں باندی کی باندی رہ جاؤں گی+ شہزادے نے جلّاد کو بُلا کر حکم دیا- "اسی وقت گھوڑے کا سر کاٹ ڈالو"+

جب اصلی شہزادی نے یہ حال سُنا- تو اُسے بہت غم ہُوا- وہ جلّاد کے پاس گئی- جیب میں ہاتھ ڈالا- تو ایک اشرفی نکل آئی- اسے وہ دے کر کہا" تمہاری بڑی مہربانی ہوگی- تم اس گھوڑے کے سر کو شہر کے دروازے پر گاڑ دو" شہزادی کا یہ مطلب تھا- کہ جب میں بطخیں چُگانے آیا جایا کروں گی- تو اپنے پیارے گھوڑے کا سر دیکھ لیا کروں گی+ جلّاد نے اسی طرح کیا+ جب

[illegible] صبح کو شہزادی بطخیں لے کر کھیت کو گئی۔ تو رستے میں اپنے گھوڑے
[illegible] ہوا دیکھا۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

"پیارے گھوڑے آہ تو اب مر گیا۔ میرے جینے کا مزا جاتا رہا"+

گھوڑے کے سر نے جواب دیا ؎

مرگیا پر ہے مجھے تیرا خیال ۔ اب بھی میں دوں گا مدد گر ہو سکا+

شہزادی رنج و غم کھا کر کھیت میں چلی گئی۔ اور بطخوں کو چگنے کے واسطے چھوڑ دیا+ پھر اپنے سنہری بال کھول کر اُن میں کنگھی پھیرنے لگی+ الیاس لڑکے نے کہا "تمہارے بال تو سورج کی کرنوں میں خوب چمک رہے ہیں"+ شہزادی نے یہ شعر پڑھے ؎

ذرا چل تو اب اے ہوا زور سے ۔ کہ اس بطخوں والے کی ٹوپی اُڑے"
نہ ہاتھ آئے ہرگز اُڑے ہر طرف ۔ اور الیاس اس کو پکڑتا پھرے+
میرے بال جب تک نہ ہو جائیں ٹھیک ۔ یہ لڑکا نہ بیٹھے ذرا دم نہ لے"+

شہزادی کے شعر پڑھتے ہی پڑھتے ہوا چلنے لگی۔ اور الیاس کی ٹوپی اُڑ گئی۔ وہ اس کے پیچھے بھاگا۔ آگے آگے ٹوپی۔ اور پیچھے پیچھے الیاس۔ اتنے میں شہزادی نے اپنے بال ٹھیک کر لئے۔ اور شہر میں چلی گئی ؛

شہزادی ہر روز اسی طرح شعر پڑھا کرتی۔ اور آندھی چل کر الیاس کی ٹوپی اُڑنے لگتی+ جب لڑکے نے کئی دفعہ یہ حال دیکھا۔ تو اس نے بادشاہ سے جا کر کہا "جہاں پناہ! آپ نے جو عورت میرے پاس بطخیں چگانے کو

بھیجی ہے۔ وہ کچھ جادوگرنی سی معلوم ہوتی ہے۔ ہر روز شہر کے دروازے پر نکل کر گھوڑے کے سر کے سامنے اور پھر کھیت میں آکر شعر پڑھتی ہے تو ہوا سے میری ٹوپی اُڑنے لگتی ہے۔ میں بہت تنگ آگیا ہوں۔ اس کا کچھ بند و بست فرمایا جائے" اگلے دن بادشاہ بھیس بدل کر شہزادی کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ الیاس نے جس طرح کہا تھا۔ شہزادی بالکل اسی طرح شعر پڑھتی ہے۔ اور ہوا سے الیاس کی ٹوپی اُڑنے لگتی ہے۔

دوسرے دن بادشاہ نے شہزادی کو دربار میں بُلایا۔ اور اس سے پوچھا "بتا یہ کیا بات ہے" شہزادی ڈرتی تھی۔ کہ اگر میں نے سچا حال بتا دیا۔ تو وہ نقلی شہزادی مجھے مار ڈالے گی۔ مگر بادشاہ اس وقت بہت مہربان تھا اس نے کہا "تم گھبراؤ نہیں۔ سب حال ٹھیک ٹھیک کہہ دو" تب شہزادی نے سب بھید بتا دیا۔ بادشاہ کو یہ سُن کر بڑا غصّہ آیا۔ اور اس نقلی شہزادی کو اسی وقت قید خانے میں بھجوا دیا۔ اور شہزادے کو بُلا کر قصّہ سنایا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا۔ اور شہزادی کو نہلا دُھلا کر شاہانہ لباس پہنایا گیا۔ اور وہ دونوں مزے سے رہنے لگے۔ بعد میں ایک پری کی مدد سے وہ گھوڑا بھی زندہ ہو گیا۔

شہزادی گُل بانو

پرانے زمانے کی کہانی ہے۔ کہ کسی دُور مُلک میں ایک شہزادی پیدا ہوئی۔

جو ایسی نازک اور خوب صورت تھی۔ کہ اُس کا نام گُل بانو رکھا گیا + اس کے ماں باپ کے ہاں کوئی اَور بچّہ نہ تھا۔ اس لئے انہیں اس بچّی سے اَور بھی محبّت تھی۔ اس کے پیدا ہونے کے تھوڑے دنوں بعد بادشاہ نے خوشی کا جشن منایا۔ اور دُور دُور سے لوگ اس بچّی کو دیکھنے آئے + بڑے بڑے سردار اور رئیس اس ننھے بچّے کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور سوچتے تھے۔ کہ ایک روز یہ بچّی ہمارے ملک کی ملکہ ہو گی ؛

اس ملک میں کچھ پریاں رہتی تھیں۔ اس جشن میں وہ بھی آئیں۔ اور جس طرح اَور لوگ نذریں لائے تھے۔ یہ پریاں بھی نذریں لائیں + وہ نذریں کیا تھیں۔ سنو۔ پریاں بچّے کے پالنے کے پاس آئیں۔ اور اپنی اپنی نذر کو یُوں پیش کیا + ایک نے کہا " میں اُسے خوب صورتی دُوں گی " دوسری نے کہا " میں عقل مندی دوں گی " تیسری نے نیک مزاجی دینے کا وعدہ کیا ؛

اسی وقت ایک بڑی عمر کی پری خفا ہوتی آئی۔ کہ مجھے کسی نے نہیں بُلایا + آخر اس بڑی پری نے بھی اپنی نذر پیش کی۔ اس نے کہا " جب یہ بچّی سیانی ہو گی۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک دن تکلا چُبھ جائے گا۔ اور یہ اسی زخم سے مر جائے گی " ؛

یہ بُری خبر سُن کر سب مہمانوں پر رنج و غم کی اُداسی چھا گئی۔ اور بادشاہ کے دل کی خوشی کی کلی مرجھا گئی + تب ایک خوب صورت نوعمر پری جو اس وقت تک چپ چاپ کھڑی تھی۔ آگے بڑھی۔ اور بولی " بادشاہ میں اپنی

بڑی بہن کی کہی ہوئی بات کو بالکل مٹا تو نہیں سکتی۔ لیکن ہاں اسے کچھ بدل سکتی ہوں۔ شہزادی اس زخم سے مرے گی تو نہیں۔ لیکن اس پر ایک ایسی گہری نیند آئے گی۔ کہ وہ سَو برس تک سوتی رہے گی۔ سو برس کے بعد ایک شہزادہ آئے گا۔ اور وہ اُسے جگائے گا"۔

بادشاہ نے یہ سنتے ہی حکم جاری کر دیا۔ کہ اس کی تمام بادشاہی میں کوئی تکلا باقی نہ رہے + چرخے توڑ دیئے گئے۔ اور اُن کے تکلے نکال کر جلا دیئے گئے + کئی سال تک بالکل خیریت رہی۔ اور شہزادی گل بانو سیانی ہوتی گئی + جب اس کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی۔ تو بادشاہ اور ملکہ کہیں سفر کو گئے + ان کے پیچھے شہزادی محل کے ایک بُرج پر چڑھی۔ وہاں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں ایک غریب بڑھیا چرخہ کات رہی تھی۔ اس بڑھیا کو بادشاہ کے حکم کی کچھ خبر نہ تھی۔ گل بانو نے چرخہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر بہت حیران ہوئی۔ اور بڑھیا سے کہا "بڑی بی ذرا یہ چرخہ مجھے تو دو۔ میں بھی اسے پھرا کر دیکھ لوں"۔

یہ کہہ کر اس نے کاتنا شروع کیا۔ گکڑی پر دھاگا ڈالنے لگی تھی۔ کہ تکلے کی نوک اس کے ہاتھ میں چبھ گئی۔ اُس کا چُبھنا تھا۔ کہ وہ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑی + بے چاری بڑھیا بہت گھبرائی۔ اور مدد کے لئے گھبرا کر چلّائی + آواز پہنچتے ہی نوکر چاکر بھاگے آئے + مگر کس کی طاقت تھی۔ کہ اسے جگائے سب جتن کر دیکھے مگر گل بانو نہ جاگی +

اچھی پری یہ خبر سنتے ہی محل میں اُڑتی ہوئی آئی۔ مگر شہزادی کی سَو برس کی نیند شروع ہو چکی تھی۔ اب وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی + اس نے کہا۔ "جب وہ سَو برس کے بعد جاگے گی۔ اس وقت تک کون جیتا رہے گا؟ وہ اس وقت اپنے عزیزوں کو پاس نہ پا کر بہت رنجیدہ ہو گی۔ اس لئے ایسا بندوبست ہونا چاہیئے۔ کہ اس وقت اس کے عزیز رشتہ دار پاس ہوں"۔

یہ کہہ کر پری نے جادو کی چھڑی اُٹھائی۔ اور محل کی طرف پھرائی + اس کا پھرانا تھا۔ کہ جتنے آدمی اس محل میں تھے۔ سب کے سب پر غفلت کی نیند آ گئی۔ اور جو کوئی جس حال میں تھا۔ اسی حال میں سو گیا + پہرہ دار دروازے پر۔ سائیس اور گھوڑے اصطبل میں کُتے شہزادی کے کمرے میں غافل ہو گئے + پری نے جادو کی چھڑی دوبارہ پھرائی۔ تب تمام محل کے گِرداگِرد گلاب کی ایک بڑی بھاری باڑ لگ گئی۔ اتنی گھنی۔ کہ محل بھی اس میں بالکل چھپ گیا۔ اور آنے جانے کی راہ تک نہ رہی ۔

مُدّتیں گزر گئیں۔ زمانہ بدل گیا۔ لوگ اس بات کو بھول بھال گئے۔ اور کسی اَور خاندان کا بادشاہ اس ملک پر راج کرنے لگا۔ محل کا قصّہ لوگ بیان کیا کرتے تھے۔ اور بعضے چاہتے بھی تھے۔ کہ وہاں تک پہنچیں۔ اور سوتے ہوئے لوگوں کو دیکھیں۔ مگر گُلاب کی باڑ ایسی سخت تھی۔ کہ اس میں سے کسی کا گزر نہیں ہو سکتا تھا ۔

آخر زمانہ گزرتا گزرتا سو برس ختم ہونے کو آئے + ایک دن بادشاہ کا بیٹا شکار کو نکلا۔ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر سے جادو کے محل کے بُرج دکھائی دیئے۔ اس نے سب سے اس کا قِصّہ پوچھا۔ مگر کوئی نہ بتا سکا۔ کیونکہ جن جن لوگوں نے گل بانو کو دیکھا تھا۔ وہ سو برس تک کہاں بیٹھے رہتے۔ سب مر کھپ گئے تھے ؂

آخر ایک بڈھا آدمی مِلا۔ اس کے پڑدادا نے اسے سارا قصّہ گل بانو کے سونے کا سُنایا تھا۔ بُڈھے نے کہا۔ کہ جو حساب میرے پڑدادا نے بتایا تھا۔ اس حساب سے سو برس پورے ہو گئے ہیں۔ یا شاید ہونے ہی والے ہیں۔ مگر صرف بادشاہ کا بیٹا محل میں جا کر جادو کو توڑ سکتا ہے + ہو نہ ہو شاید تم ہی وہ شہزادے ہو۔ جو گل بانو کو جگاؤ گے ؂

شہزادہ جلدی سے اپنے آدمیوں سمیت محل کو چلا + جب وہ باڑ کے پاس پہنچا۔ تو وہ خود بخود کُھل گئی۔ اور جب شہزادہ اندر چلا گیا۔ تو باڑ پھر آپ سے آپ بند ہو گئی۔ کہ کوئی اور اس کے ساتھ اندر نہ جانے پائے۔ شہزادہ تن تنہا محل کے اندر داخل ہوا + وہاں ہر ایک چیز ویسی ہی تر و تازہ تھی جیسی سو برس پہلے تھی۔ مگر سب سوتے تھے۔ قبرستان کی سی خاموشی محل پر چھائی ہوئی تھی ؂

شہزادہ سوتے ہوئے پہرہ داروں کے پاس سے گزرا۔ صحن میں سوتے ہوئے کُتوں اور کبوتروں کو دیکھا + کمروں میں سب نوکر چاکر خدمت گار کمریں

باندھے وردیاں پہنے سوتے تھے۔ گویا کام کرتے کرتے ابھی دم بھر کے لئے ستانے کو لیٹ گئے ہیں۔ آخر وہ اس خاص کمرے میں گیا۔ جہاں شہزادی خود سو رہی تھی + شہزادے نے اُسے دیکھا۔ اور اس کی پیشانی کو ہاتھ لگایا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اور مسکرانے لگی۔ وہ بولی "پیارے شہزادے تم آگئے۔ میں تو تمہارا انتظار کر رہی تھی "+

اس کا جاگنا تھا۔ کہ سارے محل میں کچھ کا کچھ ہو گیا۔ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ نوکر چاکر جاگ اُٹھے۔ جن کاموں میں تھے۔ انہیں میں پھر لگ گئے۔ گویا پہلے سے ہی کام کر رہے ہیں + کہیں آگ جل رہی تھی۔ کہیں چولہے پر کھانے پک رہے تھے۔ کہیں کتے بھونک رہے تھے۔ کہیں کبوتر غٹرغوں غٹرغوں کر رہے تھے + گھوڑے ہنہناتے اور دانہ مانگتے تھے۔ پہرہ دار کندھوں پر سنگینیں رکھے پہرہ دے رہے تھے۔ غرض ہر طرف چہل پہل تھی +

شہزادے نے کھڑکی میں سے جھانکا۔ دیکھا۔ کہ باڑ واڑ کچھ بھی نہیں سب اُڑ گئی + آگے عالی شان صاف چوک ہے۔ اور شہزادے کے آدمی باہر انتظار میں کھڑے ہیں + شہزادہ شہزادی کو بڑے کمرے میں لے گیا۔ وہاں کھانا تیار تھا۔ انہوں نے مل کر خوشی سے کھانا کھایا۔ اور سارا پچھلا ماجرا سنایا +

بجلی کی طرح تمام ملک میں خبر اُڑ گئی۔ کہ شہزادی جاگ اُٹھی۔ بادشاہ

اور ملکہ بھی آئے۔ اور شہزادی کو اپنے محل میں لے گئے۔ اور تھوڑے دنوں بعد اس شہزادی اور شہزادے کی شادی ہو گئی۔ اور پھر اپنے وقت پر وہ اپنے ملک کی ملکہ بھی بن گئی ⁂

میاں ٹھِنگن

ایک درزی تھا۔ جس کا بہت ہی چھوٹا قد تھا۔ وہ دروازے میں بیٹھا سلائی کا کام کر رہا تھا۔ کہ سامنے سے کوئی عورت شہد بیچتی گزری+ عورت نے چلّا کر کہا۔ "لے لو خالص شہد پہاڑ کا" ٹھِنگن کے ہاں اس روز سالن نہ تھا۔ روکھی روٹی رکھی تھی۔ اس لئے اس نے عورت کو پکارا۔ اور تھوڑا سا شہد مول لے کر روٹی پر رکھ لیا۔ اور پھر کام کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہاتھ کا کام ختم ہو جائے۔ تو نفراغ ہو کر روٹی کھائے ⁂

اتنے وہ کام ختم کرے۔ روٹی پر بہت سی مکھیاں آ بیٹھیں+ تب تو میاں ٹھِنگن کو بہت غصہ آیا+ ایک پنکھا اُٹھا کر جو مارا۔ تو کچھ مکھیاں تو اُڑ گئیں مگر سات مر گئیں+ میاں ٹھِنگن بہت خوش ہوئے۔ کہ ایک وار اور سات شکار! اس بہادری کی اتنی خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے ایک پیٹی پر یہ فقرہ کاڑھ لیا۔ کہ "ایک وار میں سات" اور وہ پیٹی کمر میں باندھ لی+ اب میاں ٹھِنگن بہادری کا تمغہ لگا کر شہر سے باہر نکلے۔ تاکہ اپنی بہادری کے کارناموں سے دُنیا کو دنگ کریں ⁂

چلتے وقت وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ کہ آیا کوئی ایسی چیز بھی ہے۔ جو ساتھ لے جائیں + پُرانا مدّت کا نکمّا سا پنیر سامنے رکھا تھا۔ وہی اُٹھا کر جیب میں رکھ لیا + آگے چلے۔ تو ایک پرندہ جھاڑی میں پھنسا ہُوا دیکھا۔ اسے بھی پکڑ کر اس پنیر کے ساتھ جیب میں ڈال لیا۔ اور آپ لمبی لمبی ڈگیں رکھتے پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ بہت اونچائی پر جا کر آپ کو ایک دیو ملا ؛

ٹِھنگن درزی بڑی بے تکلّفی سے بولے "کیوں بھیّا۔ تمہارا مزاج تو اچھّا ہے؟" دیو نے کہا "بے وقوف شطونگڑے تیرا یہاں کیا کام؟"

ٹِھنگن نے جواب دیا "ہم بہادری دکھانے جا رہے ہیں۔ تو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہتا ہے۔ تو چل"؛

دیو نے کہا "یہ مُنہ اور مسور کی دال! میں تیرے ساتھ چلوں؟ خُوب! تیری حقیقت ہی کیا ہے؟"

ٹِھنگن۔ میری حقیقت؟ دیکھ یہ پیٹی پر لکھی ہوئی ہے ؛

دیو نے پیٹی کی طرف دیکھا۔ اس پر لکھا تھا "ایک وار میں سات!" وہ سمجھا۔ کہ اس نے ایک وار میں سات آدمی مارے ہیں۔ تب تو دیو کچھ نرم ہُوا۔ ذرا زبان بھی سنبھالی۔ اور بولا "اچھا میں تیرا امتحان لیتا ہوں"+ اس نے پہاڑ پر سے ایک پتھّر اُٹھایا۔ اور اسے مُٹھّی میں رکھ کر اس قدر زور سے بھینچا۔ کہ اس میں سے پانی کی بوندیں ٹپک پڑیں + پھر اس نے پوچھا "تم بھی ایسا کر سکتے ہو؟"

درزی نے جواب دیا "کیوں نہیں" اس نے نظر بچا کر جیب میں سے پنیر کا ڈلا نکالا۔ وہ سفید پتھر سا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دُور سے دکھا کر اسے بھینچنا شروع کیا + اس میں سے چھاچھ کی بوندیں نکل پڑیں۔ تب تو دیو ٹھنگن کی طاقت کو مان گیا + لیکن اس نے سوچا۔ کہ ایک دفعہ اَور امتحان لوں + یہ سوچ اُس نے ایک اَور پتھر اُٹھایا۔ اور اس زور سے اُوپر پھینکا۔ کہ کچھ معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کہاں گیا۔ پھر ٹھنگن سے پوچھا۔ کہ تم بھی یوں کر سکتے ہو؟

ٹھنگن نے جواب دیا "کیوں نہیں" اس نے پھر نظر بچا کر چڑیا جیب سے نکالی۔ اور زمین کو ہاتھ لگا کر گویا کچھ وہاں سے اُٹھاتا ہے۔ زور سے چڑیا کو اُوپر کی طرف پھینکا۔ وہ پھُر سے اُڑ گئی۔ وہ واپس بھلا کیوں آنے لگی تھی؟ اب تو دیو کو اس کی شہ زوری میں ذرا بھی شبہ نہ رہا +

دونوں آگے بڑھے۔ تو سڑک پر پیپل کا ایک بہت بڑا درخت گرا پڑا تھا۔ دیو نے کہا "یہ میں جلانے کے لئے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔ ذرا سہارا دو گے؟" ٹھنگن نے کہا "کیوں نہیں؟ تم اسے آگے سے اُٹھاؤ۔ میں پیچھے سے اُٹھاؤں گا" دیو نے آگے سے اُٹھا کر کندھے پر رکھا۔ اور سمجھا۔ کہ پیچھے سے ٹھنگن اُٹھانے لگا مگر شریر ٹھنگن نے کیا کیا۔ کہ اُچک کر ایک ٹہنے پر خود چڑھ بیٹھا۔ اور پتّوں میں چھپ گیا + دیو اُسے اُٹھائے چلتا رہا۔ جب چلتے چلتے دیو تھک گیا۔ تو بولا "لو بھئی ہم تھک گئے۔ اب ذرا ٹھہر جاؤ" ٹھنگن جھٹ کود ٹہنے کے نیچے کندھا دے کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا "ایسی جلدی

تھک گئے"۔ دیو حیران تھا۔ کہ یہ بَونا غضب کی طاقت رکھتا ہے۔ کہ ذرا بھی نہیں تھکا ۔

تھوڑی دیر دم لے کر وہ آگے چلے۔ تو ایک شہتوت کا درخت مِلا۔ دیو نے کہا۔ آؤ یار شہتوت کھائیں ۔ دیو ایک بہت اُونچا ٹہنا جھکا کر پھل کھانے لگا۔ ٹھِنگن بھی اس ٹہنے کو پکڑ کر پھل کھا رہا تھا۔ کہ دیو نے وہ ٹہنا چھوڑ دیا۔ میاں ٹھِنگن سے وہ ٹہنا کہاں دبا رہتا۔ اور یہ تھے بہت ہلکے پُھلکے ٹہنے کے ساتھ سیدھے کے سیدھے اُٹھے۔ اُوپر کو چلے گئے۔ اور دوسری طرف سیدھے کے سیدھے زمین پر جا کھڑے ہوئے ۔

ٹھِنگن نے پوچھا "کیوں یار بولو۔ تم بھی اس درخت کو یوں پھلانگ سکتے ہو"؟ دیو نے بہتیری کوشش کی۔ مگر درخت کو نہ پھلانگ سکا۔ دیو بہت ہی شرمندہ ہؤا۔ کہ اس بالشتئے نے مجھے بُری ہار دی ۔ دل میں سوچا۔ اسے کسی طرح مارنا چاہیئے۔ نہیں تو ڈر ہے۔ یہ کہیں ہمارا کام ہی تمام نہ کرے ۔ بڑے محبّت کے ڈھنگ سے کہا "دوست چلو۔ آج رات ہمارے ہی ہاں ٹھیرو۔ ذرا ہنسی مذاق کی بات چیت رہے گی"۔

درزی نے شکریہ ادا کیا۔ اور ساتھ ہو لیا ۔ وہ اسے ایک غار کی طرف لے گیا۔ وہاں دو تین دیو اَور بیٹھے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک بکری تھی۔ اور وہ اس کا گوشت کھا رہے تھے۔ میاں ٹھِنگن ان کے پاس بیٹھ گئے ۔ دیوؤں نے اسے بھی گوشت کا ایک تکا کھانے کو دے دیا۔ اور

سونے کو ایک بڑا لمبا چوڑا بستر بنا دیا۔ ٹھنگن اس پر لیٹا۔ مگر اتنا بڑا جہاز سا پلنگ اُسے پسند نہ آیا۔ رات کو لحاف میں سے نکل کر ایک کونے میں جا دبکا۔

دیو آدھی رات کو اُٹھا۔ سمجھا کہ بونا لحاف میں پڑا سوتا ہے۔ سوچا۔ کہ اب اس کا خاتمہ کرنا چاہئے۔ یہ دل میں ٹھان اس نے ایک بڑا بھاری موسل اُٹھایا۔ اور اس زور سے لحاف کے اُوپر مارا۔ کہ موسل کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ٹھنگن اس میں سے پہلے ہی نکل چکا تھا۔ دیو نے جانا۔ کہ اس کا اندر کا اندر ہی کچومر نکل گیا ہوگا۔ بے فکر ہو کر سو رہا۔ صبح کو دیوؤں نے اتنی بھی پروا نہ کی۔ کہ لحاف اُٹھا کر اُسے دیکھ تو لیں۔ وہ دن نکلتے ہی باہر کو چل دئے۔

میاں ٹھنگن بھی ان کی نگاہ سے ذرا اوجھل پیچھے پیچھے چلے۔ جب وہ تینوں دیو ایک جگہ جا کر بیٹھے۔ تو میاں ٹھنگن بھی سامنے جا کھڑے ہوئے اور بولے۔ "السلام علیکم"۔ دیوؤں نے جو پیٹی پر لکھا دیکھا۔ کہ "ایک وار میں سات" تو مارے ڈر کے سب بھاگے۔ اور جانا۔ کہ یہ رات کا بدلہ ہم سے ضرور لے گا۔ اب ٹھیرنا ٹھیک نہیں۔

ٹھنگن اکیلا رہ گیا۔ اب وہ آگے چلا۔ چلتے چلتے تھک گیا۔ سامنے بادشاہ کا محل تھا۔ یہ اس کے احاطے میں چلا گیا۔ اور ایک طرف کو زمین پر لیٹ کر سو گیا۔ بادشاہ کے چوبدار جو ادھر سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بہت مختصر سا آدمی زمین پر سویا پڑا ہے۔ اور اس کی پیٹی پر لکھا ہے "ایک وار میں سات" انہوں نے بھی یہی مطلب سمجھا۔ کہ یہ ایک وار

میں سات آدمی مارتا ہے + انہوں نے بادشاہ کو جا کے خبر دی + بادشاہ نے اُسے سامنے بُلایا - اور پوچھا "تم بادشاہی نوکری کرو گے" ٹھنگن نے جواب دیا "سپاہی کے بیٹے کا اور کام ہی کیا ہے" غرض بادشاہ نے اسے فوج میں صوبہ دار بنا دیا - جو لوگ فوج میں مدت کے نوکر تھے - اُنہیں یہ بات بہت بُری لگی - کہ ایسا بے حقیقت گنوار ہمارا سردار ہو جائے! ان سب نے ایکا کر کے نوکری چھوڑ دی + بادشاہ کو اس سے رنج ہوا - اور اس کو یہ بات پسند نہ ہوئی - کہ اُس نئے آدمی کے بدلے اپنے پرانے خاندانی افسروں کو الگ ہونے دے + اس لئے اس نے یہ چاہا - کہ کسی طرح اس سے چھٹکارا پانا چاہیئے +

اس نے اسے بلایا - اور کہا "دیکھو میاں شہ زور - اس جنگل میں دو بڑے بھاری دیو ہیں - جنہوں نے لوگوں پر آفت ڈھا رکھی ہے - اگر تو انہیں مار دے - تو میں اپنی بیٹی سے تیری شادی کروں گا - اور آدھا راج پاٹ بھی دے دوں گا + بول اس کام کی ہمت ہے؟ ہو تو سَو سوار مدد کے لئے تیرے ساتھ کروں"

ٹھنگن نے جواب دیا "بہت خوشی سے دیووں کو مارنے جاؤں گا - سپاہی کا اور کام ہی کیا ہے؟ مگر سواروں کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں - میں ان کے لئے اکیلا ہی بہتیرا ہوں" مگر بادشاہ نے پھر بھی سَو سوار ساتھ کر دیئے + دور تک وہ اس کے ساتھ گئے + جب دیووں کا جنگل

آیا۔ تو ٹھنگن نے کہا "تمہارے آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ تم یہاں ہی ٹھیرو۔ اب میں اکیلا آگے جاؤں گا + میں ایک وار میں سات مارتا ہوں + یہ تو صرف دو ہی ہیں "+

بس وہ ان سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اور اسی جگہ جا پہنچا۔ جہاں دیو رہتے تھے + اس نے دیکھا۔ دو دیو خراٹے لے لے کر سو رہے ہیں + اس نے اپنی جیب میں چھوٹے چھوٹے کنکر بھر لئے۔ اور ایک درخت پر چڑھ کر پتّوں میں چھپ گیا + اُوپر سے اس نے ایک دیو کی چھاتی پر کنکر مارا + اس کی آنکھ کھُل گئی + وہاں دوسرے دیو کے سوا اَور کوئی نظر نہ آیا۔ وہ اسی پر خفا ہونے لگا۔ کہ ضرور تو نے مارا ہے۔ دوسرے نے کہا "تم نے خواب دیکھا ہو گا "+ جھگڑ جھگڑا کر وہ دونوں پھر سو گئے۔ درزی نے پھر اُسی طرح کنکر مارے + اُن کی پھر آنکھ کھُلی۔ اور ایک نے یہی جانا کہ دوسرے نے مارا ہے۔ اس پر دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ دونوں خوب لڑے۔ اور آخر کٹ مرے +

اب میاں ٹھنگن درخت پر سے اُترے۔ میان میں سے تلوار نکال دونوں دیوؤں کے سر کاٹ لئے + پھر سپاہیوں کو بُلایا۔ کہ دیکھو ہماری بہادری! بادشاہ بہت دِق ہوا + اس نے سوچا تھا۔ کہ دیو اسے کھا جائیں گے۔ یہ انہیں کا کام تمام کر آیا + بولا "ایک بہادری اور دکھاؤ۔ تب بات ہے۔ شاہزادی سے تب شادی ہو گی۔ کہ خونی گینڈے کو جو اس پاس کے

جنگل میں رہتا ہے۔ مار آؤ"۔

ٹھنگن نے جواب دیا" جہاں پناہ حضور کے اقبال سے اس کا بھی صفایا کئے دیتا ہوں۔ وہ ایک رسّا اور ایک کلہاڑی لے کر جنگل کو چلتا ہوا۔ اور ایک بڑے موٹے تنہ کے پیڑ سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اور گینڈے کی راہ دیکھنے لگا۔ آخر وہ موذی بھی آ پہنچا۔ دُور سے اُسے کھڑا دیکھا۔ تو تیر کی طرح اس پر جھپٹا۔ تاکہ اپنا سینگ اس کے پیٹ میں گھونپ دے۔ مگر جوں ہی وہ پاس آیا۔ ٹھنگن جلدی سے سرک کر درخت کی دوسری طرف ہو گیا۔ گینڈا جو زور میں آ رہا تھا۔ اس نے پیڑ سے ٹکر کھائی۔ اور اس کا سینگ درخت کی لکڑی میں کھُب گیا۔

اب میاں ٹھنگن سامنے آئے۔ اور گینڈے کے گلے میں رسّا ڈالا۔ اور کلہاڑی سے اس کا سینگ کاٹ لیا۔ اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔

اب تو بادشاہ بہت ہی پریشان ہوا۔ مگر پھر کہا" میاں شہ زور یہاں ایک جنگلی بھالو ہے۔ اس نے بھی لوگوں کو بہت ستا رکھا ہے۔ اسے بھی مار دو۔ تو خوب ہی کام کرو"۔ میاں ٹھنگن کمر باندھ پھر تیار ہو گئے۔ اور جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں شکار کے لئے بادشاہ نے ایک مکان بنا رکھا تھا۔ یہ اس کے ایک کمرے کے دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ جنگلی بھالو غضبناک ہو کر اس پر جھپٹا۔ یہ جھٹ دروازے میں گھُس کر ایک چھوٹی سی کھڑکی کی راہ سے پیچھے کُود گیا۔ بھالو اس کھڑکی میں سے نہیں گزر سکتا

تھا + ٹھنگن کمرے کے پیچھے سے آیا۔ اور جھٹ کمرے کا دروازہ بھیڑ دیا + اب بھالو اندر بند کا بند رہ گیا + ٹھنگن نے شکاریوں کو بلایا۔ اُنہیں وہ دور پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اُنہوں نے آکر بھالو کو پکڑ لیا۔ اور بادشاہ کے سامنے لے گئے ؀

اب بادشاہ کیا کرتا۔ اپنا قول پورا کرنا پڑا۔ میاں ٹھنگن کی شاہزادی سے شادی ہوئی۔ اور وہ آدھے راج پاٹ کا مالک ہوکر بادشاہ بن گیا ؀ مگر یہ شادی کچھ خوشی کی نہ تھی۔ صورت شکل تو میاں ٹھنگن کی جو تھی۔ وہ تھی ہی۔ لیکن شاہزادی کو یہ بھی پتہ لگ گیا۔ کہ یہ بونا قوم کا درزی ہے۔ اور بادشاہی رشتہ دار بننے کے قابل نہیں + یہ پتہ اس طرح لگا۔ کہ ایک دن ٹھنگن رات کو سوتے ہوئے خواب میں بڑبڑا رہا تھا + وہ ایسی باتیں کر رہا تھا۔ جو درزی اپنے گاہکوں سے کیا کرتے ہیں + کبھی کہتا تھا۔ دیکھو کوٹ کیسا ٹھیک آیا ہے۔ کبھی کہتا تھا۔ دیکھو میں نے کیسا باریک بخیہ کیا ہے۔ کبھی کہتا تھا۔ دیکھو کوٹ کیسا ٹھیک کاٹا ہے۔ کبھی کہتا تھا۔ میں ابھی بٹن لگا کر کوٹ بھیجتا ہوں ؀

شہزادی نے یہ باتیں سن پائیں۔ اور سمجھ لیا۔ کہ یہ ذات شریف خیر سے درزی ہیں۔ وہ دل میں بہت کڑھی۔ اور بادشاہ سے اس بات کا ذکر کیا + بادشاہ نے بیٹی کو تسلی دی۔ اور کہا ۔ میں اس کا علاج کرتا ہوں + جب رات کو یہ سو جائے گا۔ اسے بندھوا لوں گا۔ اور اس کا کام تمام کروا دوں گا ؀

جب بادشاہ اور شہزادی میں یہ بات چیت ہو رہی تھی۔ تو دروازے کے پاس لگا ایک مصاحب یہ باتیں سُن رہا تھا + وہ میاں ٹھنگن کا دوست تھا۔ اس نے سب باتیں ان سے جا کہیں + میاں ٹھنگن اگلی رات کو بہانہ کر کے سو رہے۔ لیکن اصل میں جاگتے رہے۔ جس طرح وہ خواب میں روز بڑبڑایا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ بہانہ کر کے یُوں بولنے لگا "میں نے ایک وار میں سات مارے ہیں نے دو دیو مارے۔ میں نے گینڈا پکڑا جنگلی بھالو مارا میں ان لوگوں سے ڈر سکتا ہوں۔ جو دروازے کے باہر کھڑے ہیں ×

جب ان لوگوں نے یہ بات سُنی۔ تو وہ بہت ڈرے۔ اور گھبرا کر بھاگے کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی۔ کہ اس کے پاس پھٹکے + بس ٹھنگن جب تک جیا مزے سے راج کرتا رہا ×

گل بانو کی کہانی

کسی شہر میں ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ وہ بہت غریب تھا۔ اور اس کے چار پانچ لڑکیاں اور کئی چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے + ایک روز وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے گیا۔ تو اتفاق سے اس کی چھوٹی لڑکی بھی اس کے ساتھ ساتھ چلی گئی ×

جنگل میں ایک درخت بہت اُونچا اور بڑا تھا۔ اس میں ایک پری رہتی تھی۔ جس کا نام نیلم پری تھا + لکڑہارے کی لڑکی بہت خوب صورت تھی۔

پری نے جب اس کو دیکھا۔ تو خیال آیا۔ کہ اس کو تو میں اپنے پاس رکھ لوں۔ یہ سوچ کر وہ لکڑہارے کے پاس آئی۔ لکڑہارا اسے دیکھ کر ڈر گیا + پری نے کہا" ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ مَیں پری ہوں۔ تمہاری لڑکی مجھے بہت پیاری معلوم ہوئی۔ اس لئے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ کہ اگر یہ لڑکی تم مجھے دے دو۔ تو میں تمہیں بہت سا روپیہ دوں گی "+

لکڑہارا بہت غریب تھا۔ اس نے جب بہت سا روپیہ ملنے کا نام سُنا۔ تو لڑکی دے دینے پر راضی ہو گیا + پری نے اسے بہت سا روپیہ دیا۔ اور اس سے وعدہ کیا۔ کہ اس کی لڑکی کو ہر طرح کا آرام دے گی +

نیلم پری کا ایک بہت عمدہ باغ تھا۔ وہاں وہ لڑکی کو لے گئی۔ اور اس کی خوب صورتی کے سبب سے اس کا نام گُل بانو رکھا۔ اور"گُل" کہہ کر پکارتی۔ اور اسے بڑے پیار سے رکھتی۔ گُل یُوں تو ہر طرح اچھی لڑکی تھی مگر بُری لڑکیوں کے پاس بیٹھنے سے اُسے یہ بُری عادت ہو گئی تھی۔ کہ بعض وقت وہ جھوٹ بول دیا کرتی تھی۔ اور پھر اپنے جھوٹ پر اَڑ بھی جایا کرتی تھی +

ایک دفعہ پری کو کسی ضروری کام کی وجہ سے سفر کو جانا پڑا۔ اس نے ایک کنجیوں کا گچھا گُل کو دیا۔ اور کہا " دیکھو۔ یہ تیرہ کنجیاں ہیں۔ میں تیرہ ہی روز میں واپس آؤں گی۔ تم بارہ روز تک بارہ کمروں کے دروازے کھولنا۔ اور ان کی سیر کرنا۔ مگر تیرھواں دروازہ جس دن میں آؤں گی۔ اُس

دن کھولیں گے + لڑکی نے "بہت اچھا" کہہ کر وہ گچھا لے لیا + جب پری چلی گئی - تو لڑکی روز ایک کمرہ دیکھتی رہی - آخر بارھویں روز جب وہ سب کمرے کھول کے دیکھ چکی - تو تیرھواں بھی کھولنا چاہا - اور دل میں کہا - کہ اگر پری نے پوچھا - تو کہہ دوں گی - کہ میں نے نہیں کھولا تھا ؛

جب تیرھواں دروازہ کھولا - تو کمرے کے اندر آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے ؛ یہ دیکھ کر لڑکی بھاگی - مگر اتنی ہی دیر میں اس کے ہاتھ کے ناخن سنہری ہو گئے تھے - اسے ناخنوں کا کچھ خیال نہ رہا - دروازہ بند کر کے چُپ بیٹھ رہی ؛

اگلے دن جب پری آئی - اُس نے گل سے پوچھا "کیا تم نے تیرھواں دروازہ کھولا تھا؟" گل نے انکار کیا - پری کو اس کے جھوٹ بولنے پر بہت غصہ آیا - مگر پھر اس نے سمجھا کر کہا "اگر سچ کہو گی - کہ میں نے کھولا تھا - تو میں تمہیں کچھ سزا نہیں دُوں گی" ؛

گل کو جھوٹ کی عادت تھی - اس نے پھر انکار کیا - تب پری نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اب تجھے جھوٹ کی سزا دینی چاہیے" یہ کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور لے اُڑی + آخر ایک بڑے درخت کے اوپر اسے بٹھا کر کچھ پڑھ کر اس پر پھونک دیا - جس سے وہ لڑکی گونگی ہو گئی + پری نے درخت کے آس پاس کانٹے لگا دیئے - اور چلی آئی ؛

اب وہ لڑکی نہ چیخ چلا سکتی تھی - اور نہ بول سکتی تھی - خدا کا کرنا ایسا

ہُوا۔ کہ وہاں سے ایک شاہزادے کا گزر ہُوا + وہ شکار کو آیا تھا۔ اور بہت تھک گیا تھا۔ اس لئے آرام لینے کی خاطر وہ اس درخت کے نیچے آیا + اور زین بچھا کر لیٹ گیا۔ جب درخت کے نیچے لیٹا۔ اور اس کی نگاہ درخت کے اُوپر پڑی۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک خوب صورت لڑکی ایک شاخ پر بیٹھی رو رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر ترس آیا۔ فوراً کانٹے ہٹا کر اُوپر چڑھا اور گُل کو اُتار لایا +

اب مشکل یہ تھی۔ کہ وہ بول نہ سکتی تھی۔ خیر اس نے اشاروں سے باتیں کیں۔ اور شہزادہ اسے اپنے ساتھ لے اپنے شہر کو چلا + وہاں پہنچ کر اسے خیال آیا۔ کہ اگر اس سے میں شادی کر لوں۔ تو کیا بُری بات ہے؟ یہ سوچ کر اُس نے اپنے ہاں کے رواج کے مطابق نجومیوں کو بُلایا تاکہ نجوم سے اچھی گھڑی معلوم کر کے شادی کی تاریخ ٹھیرائی جائے + پری بھی اسی کی ٹوہ میں تھی۔ جب اُسے خبر ہوئی۔ تو وہ پھر رات کو "گُل" کے پاس آئی۔ اور کہا۔ کہ اب بھی توبہ کر۔ اور اپنے قصور کو مان لے۔ کہ میں نے دروازہ کھولا تھا۔ مگر گُل بہت ہی ضدّی تھی۔ اس نے اشاروں سے ہی انکار کیا۔ اب تو پری کو اَور زیادہ غُصّہ آیا۔ اور وہ وہاں سے چلی گئی +

صبح جب سب نجومی آئے۔ اور نجوم دیکھی گئی۔ تو نجومیوں نے شہزادے سے کہا۔ کہ یہ لڑکی بہت منحوس ہے۔ اس کی فوراً گردن اُڑا دینی چاہیئے۔ ورنہ یہ آپ کے اور رعیّت کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہوگی + شہزادہ

یہ سنتے ہی گھبرایا۔ اور اس نے جلادوں کو حکم دیا۔ کہ فوراً اس لڑکی کو پکڑ
لیں + اس سے پہلے پری پھر "گل" کے پاس گئی۔ کیونکہ اسے اس سے محبت
تھی۔ اور وہ صرف اس کی بُری عادت چھڑانا چاہتی تھی + پری نے جاکر
اس سے کہا "اب بھی اگر تو سچ سچ کہہ دے۔ تو تیری جان بچ جائے گی"+
آخر جان کے خوف سے اس لڑکی نے اشارے سے کہہ دیا۔ کہ ہاں
مَیں نے دروازہ کھولا تھا +

پری اس کے اقرار پر خوش ہوئی۔ اور اس کے بعد شہزادے کے
پاس جاکر گل بانو کا سارا حال بیان کیا۔ اور کہا "نجومیوں نے جو کچھ کہا
وہ بھی میرے ہی جادو کا اثر تھا" غرض پھر نجومیوں نے نجوم دیکھی۔ تو
معلوم ہوا۔ کہ وہ بہت اچھی اور مبارک لڑکی ہے + پری نے پھر کچھ پڑھ
کر اس لڑکی پر پھونکا۔ تو وہ بولنے لگی۔ اور بہت خوش ہوئی + شہزادے
نے اس سے شادی کر لی۔ نیلم پری نے بھی اسے بہت سا زیور کپڑا دیا
اور اسے شاہزادی بنا دیا۔ اب "گل بانو" آرام سے محل میں رہنے لگی +

گل بانو کے باپ کو جو روپیہ ملا تھا۔ اس سے وہ بیوپار کرنے لگا تھا۔
اور بڑا سوداگر ہو گیا تھا + کچھ روز بعد وہ کچھ مال وغیرہ لے کر اس شہر میں
آیا۔ اور شہزادی سے بھی ملا۔ تاکہ کچھ زیور اور جواہرات دکھائے + شہزادی
کو دیکھ کر اسے اپنی لڑکی یاد آ گئی۔ اور وہ اداس ہو گیا + گل بانو نے فوراً
سوداگر سے اس کے اداس ہونے کا سبب پوچھا + سوداگر نے ڈرتے

ڈرتے اپنی لڑکی کی ساری کہانی سُنائی + شہزادی رو کر اس کے گلے سے
چمٹ گئی - اور کہا " پیارے ابّا جان - میں ہی آپ کی لڑکی ہوں " + پھر تو
باپ بیٹی خوب ملے - گُل بانو نے اپنے باپ کو بھی اسی شہر میں بلوا لیا - ماں
اور بھائی بہنوں سے بھی ملی - اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے +

میڈوسا کا سر

بہت دیر کا ذکر ہے - کہ کسی آدمی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا - اس
کا نام اس نے پرسیس رکھا + جب پرسیس ایک برس کا ہوا - تو کسی ظالم
شخص نے اس کو اور اس کی ماں کو لکڑی کے صندوق میں بند کر کے
دریا میں پھینک دیا + پرسیس کے باپ نے اُن کو بہتیرا تلاش کیا لیکن
وہ نہ ملے - اور آخر وہ بیچارہ صبر کر کے بیٹھ گیا +

صندوق دریا میں بہتا ہوا ایک جزیرے کے پاس جا پہنچا - اُس جزیرے
کا ایک ماہی گیر دریا کے کنارے مچھلیاں پکڑ رہا تھا - اُس نے جب صندوق
کو دیکھا - تو اس کو پکڑ لایا - اور پرسیس اور اس کی ماں کو اس میں سے
زندہ نکال لیا + یہ بات اس چھوٹے سے جزیرے میں بہت مشہور ہو گئی -
کہ ماہی گیر نے ایک بچّے اور ایک عورت کو پانی میں سے نکالا ہے +
جب اُس جزیرے کے بادشاہ نے یہ سُنا - تو اُس نے ماہی گیر سے
بچّہ لے لیا - اور خود اُس کی پرورش کرنے لگا +

جب یہ بچہ جوان ہوا۔ تو بڑا بہادر اور خوبصورت نکلا + اب تو بادشاہ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ کہیں مجھ سے میری سلطنت ہی نہ چھین لے۔ اس کو کسی دُور دراز سفر یا مشکل کام پر بھیج دینا چاہیئے۔ جہاں سے یہ زندہ واپس نہ آ سکے + یہ جب چلا جائے گا۔ تو اس کی ماں کو بھی مروا دیا جائے گا آخر بہت سوچ کے بعد اس نے پرسیس سے کہا "میں ایک شہزادی سے شادی کرنے والا ہوں۔ اور اُسے ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ تحفہ ایک دیو کا سر ہے۔ اُس دیو کا نام میڈوسا ہے۔ اور اس کے سر پر بالوں کی جگہ سانپ لگے ہوئے ہیں + میں نے تمہیں بچپن سے پالا ہے۔ اس موقع پر میری مدد کرو۔ اور کسی طرح مجھے میڈوسا کا سر لادو" پرسیس نے کہا۔ میں حضور کا حکم سر آنکھوں سے بجالانے کو تیار ہوں + یہ کہہ کر اس نے جانے کی تیاری کر دی + جزیرے کے سب لوگ سوائے ماہی گیر اور ایک پادری کے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ پرسیس سے جلتے تھے +

پرسیس نے اپنی ماں۔ ماہی گیر اور پادری سے اجازت لی۔ اور اپنی ڈھال اور تلوار لے کر روانہ ہوا۔ وہ تمام دن چلتا رہا۔ اور شام کو تھک کر ایک غار کے سامنے لیٹ گیا + صبح کے وقت اُس کو کسی کے آنے کی آہٹ سُنائی دی۔ اس کے بعد وہ شخص پکار کر کہنے لگا "پرسیس! پرسیس! پرسیس! پرسیس حیران ہو کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا۔ تو اسے ایک شخص نظر آیا۔ جس کے سر اور جوتوں میں پر لگے ہوئے تھے۔ اور وہ ان کی مدد سے بہت

تیز اُڑ سکتا تھا۔ پرسِیَس نے حیران ہو کر اس سے پوچھا "تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟" اجنبی ہنس پڑا۔ اور اس سے کہنے لگا "میں تمہیں خوب جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ تم میڈوسا کا سر لینے جا رہے ہو" پرسِیَس نے اس سے اس کا نام پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا "میرا نام سیماب ہے" پرسِیَس نے اُس سے پوچھا "کیا تم مجھے میڈوسا کا سر اُتارنے میں مدد دو گے؟" سیماب بولا "اگر تم میری نصیحتوں پر عمل کرو گے۔ تو میں ضرور تمہاری مدد کروں گا" پرسِیَس نے منظور کر لیا۔ اور دونوں روانہ ہوئے۔

راستے میں سیماب تو بہت تیز چلتا۔ لیکن پرسِیَس بار بار پیچھے رہ جاتا تھا آخر اس نے کہا "دوست سیماب۔ تم تو بہت تیز چلتے ہو۔ اور میں پیچھے رہ جاتا ہوں۔ اگر تم مجھے بھی اسی طرح کے جوتے دے دو۔ تو میں تمہارا بہت احسان مانوں گا" سیماب نے جواب دیا "اچھا جب مجھے میری بہن ملے گی۔ تو میں تمہیں اس طرح کے جوتے اس سے لے دوں گا" تھوڑی دیر چل کر دونوں بیٹھ گئے۔ سیماب نے پرسِیَس سے کہا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم میری سب باتوں پر عمل کرو گے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ اپنی ڈھال کو رگڑ رگڑ کر خوب چمکدار بنا لو" پرسِیَس نے کہا۔ ڈھال تو تلوار کا وار روکنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس کو چمکانے کا کیا فائدہ؟" سیماب نے کہا۔ تم کو اس سے کیا مطلب؟ اپنا وعدہ پورا کرو۔ پرسِیَس نے اپنی ڈھال کو رگڑنا اور صاف کرنا شروع کیا۔ رگڑنے سے وہ ایسی چمکدار

ہوگئی۔ کہ آئینے کی طرح اُس میں سے چہرہ نظر آتا تھا۔
پھر دونوں آگے روانہ ہوئے۔ راستے میں سیماب کہنے لگا ”نہ تو میں جانتا ہوں۔ کہ میڈوسا کہاں رہتا ہے۔ اور نہ تم ہی جانتے ہو۔ اس بات کے معلوم کرنے کے لئے تمہیں تین بوڑھی عورتوں کے پاس جانا پڑے گا۔ ان کے بال بھورے ہیں۔ اس لئے ان کو بھوری بوڑھیاں کہتے ہیں۔ لیکن جب تم اُن کے پاس جاؤ۔ تو اس بات کا خیال رکھنا۔ کہ وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں۔ اگر انہوں نے تمہیں دیکھ لیا۔ تو تمہاری جان کی خیر نہیں ہوگی۔ تم وہاں کسی جگہ چھپ جانا۔ اور جو کچھ تمہیں کرنا ہوگا۔ میں وہیں بتا دوں گا“۔ یہ کہہ کر دونوں نے تیز چلنا شروع کر دیا۔ ایک دن کے سفر کے بعد اُن کو دور سے ایک جنگل دکھائی دیا۔ سیماب نے کہا ”پرسئیس دیکھو۔ اس جنگل میں وہ بھوری بوڑھیاں رہتی ہیں۔ اب تم اپنے کام کے لئے تیار ہو جاؤ“۔
جنگل میں کچھ دیر چلنے کے بعد انہیں ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ جس میں سے وہ تینوں بھوری بوڑھیاں نکل کر آ رہی تھیں۔ ان میں سے دو عورتوں کی تو آنکھیں بالکل نہ تھیں۔ اور ایک کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی۔ اور وہ اس قدر چمکدار تھی۔ کہ پرسئیس اس کے سامنے آنکھ بھی نہ ٹھہرا سکتا تھا۔ سیماب بولا ”پرسئیس۔ بہتر ہے۔ کہ اس وقت تم کسی جھاڑی میں چھپ جاؤ“۔ پرسئیس فوراً ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔ جب وہ بھوری

عورتیں پرسیئس کی جھاڑی کے پاس پہنچیں - تو اُس نے دیکھا - کہ ایک آنکھ والی دونوں اندھی عورتوں کو راستہ دکھاتی جا رہی ہے - اس وقت ایک اندھی اس آنکھ والی سے کہنے لگی " یہ آنکھ تمہارے پاس چھ مہینے تک رہ چکی - اب میری باری ہے - یہ مجھے دے دو " لیکن آنکھ والی بوڑھی نہیں مانتی تھی - مگر جب اندھی نے اس کو بہت تنگ کیا - تو وہ کہنے لگی " اچھا لو - میں آنکھ نکالتی ہوں - تم دونوں میں سے اس کو جو پہلے لے وہ اس کی مالک - اس نے اپنے ماتھے میں سے آنکھ نکال دی - اور کہنے لگی " لو اسے لے لو " اب تینوں اندھی ہو گئی تھیں - دونوں بڑھیاں ہاتھ مارنے لگیں - لیکن ان کو پتہ نہیں لگتا تھا - کہ آنکھ والی بڑھیا کا ہاتھ کہاں ہے ۔

سیماب جھاڑی کے پیچھے جا کر " پرسیئس سے کہنے لگا - پرسیئس جلدی کرو اور جھپٹا مار کر بوڑھی کے ہاتھ سے آنکھ چھین لو " پرسیئس دوڑا - اور اس کے ہاتھ میں سے آنکھ لے لی + وہ عورت سمجھی - کہ ساتھ کی بڑھیوں میں سے کسی نے آنکھ لی ہے + اس لئے وہ کہنے لگی " جس کے پاس آنکھ ہے - اس کا فرض ہے - کہ ہمیں راستہ دکھائے " دونوں بڑھیاں بہت خفا ہوئیں - اور کہنے لگیں " تم ہمارے ساتھ دھوکا کرتی ہو - تم نے ہمیں آنکھ دی کب ہے "

اس بات پر تینوں آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں + سیماب نے پرسیئس سے کہا " تم اب اپنے آپ کو ان پر ظاہر کر دو " پرسیئس نے ان سے کہا -

"اے بھوری بڑھیو! آپس میں نہ لڑو۔ کیونکہ تمہاری آنکھ تو میرے پاس ہے"
میرا نام پرسیئس ہے۔ اور میں میڈوسا کا سر لینے کے لئے چلا ہوں۔ جب
تک تم مجھے اس کا پتہ نہ بتاؤ گی۔ میں تمہیں تمہاری آنکھ نہیں دینے کا"
بھوری عورتوں نے جب یہ سُنا۔ تو رونے لگیں۔ اور بولیں "پرسیئس!
تمہاری دونوں آنکھیں موجود ہیں۔ اور ہمارے پاس بجائے چھ آنکھوں
کے صرف ایک ہے۔ ہم پر رحم کرکے ہمیں یہ آنکھ دے دو۔ ہم نے تو کبھی
میڈوسا کا نام بھی نہیں سُنا۔ اور نہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ وہ کہاں رہتا ہے"
پرسیئس بولا "افسوس ہے۔ کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ حالاں کہ
آپ کو میڈوسا کی بابت کچھ علم نہیں" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ کہ آنکھ ان
کے ہاتھ میں دے دے۔ لیکن سیماب نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا۔ اور
کہا۔ دیکھنا۔ کہیں یہ غلطی نہ کرنا۔ یہ میڈوسا کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ ان
کو آنکھ نہ دو"

پرسیئس پھر ان عورتوں سے کہنے لگا "جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ گی کہ
میڈوسا کہاں رہتا ہے۔ تمہیں آنکھ نہیں ملے گی" آخر جب اُنہوں نے
کوئی چارہ نہ دیکھا۔ تو میڈوسا کی بابت سب کچھ بتا دیا۔ پرسیئس نے اُسی
بڑھیا کے ہاتھ پر آنکھ رکھ دی۔ جس کے ہاتھ میں پہلے تھی۔ تب وہ تینوں
پھر آپس میں لڑنے لگیں۔ ایک کہتی۔ اب آنکھ مجھے ملنی چاہئے۔ دوسری
کہتی۔ نہیں اب میری باری ہے۔ وہ اسی طرح لڑ رہی تھیں۔ کہ سیماب نے

پرسیس کو اشارہ کیا۔ اب یہاں سے جس قدر جلدی ہو سکے بھاگ چلو۔ اگر کسی بڑھیا نے آنکھ لگا کر ہمیں دیکھ لیا۔ تو ہماری جان کی خیر نہیں ✤

دونوں زور سے بھاگے۔ اور اُن عورتوں کو لڑتے جھگڑتے چھوڑ کر چلے آئے + جب دو تین گھنٹے بھاگتے رہے۔ تو پرسیس کو کسی اور شخص کے کپڑوں کی آواز اپنے پیچھے سے آنے لگی۔ اس نے سیماب سے پوچھا "یہ کون آرہا ہے؟" اس نے جواب دیا "یہ میری بہن ہے۔ جو اب ہمارے پاس آپہنچی ہے" تھوڑی دیر کے بعد جب سیماب کی بہن آئی۔ تو سیماب اُس سے کہنے لگا "بہن۔ پرسیس میرا دوست ہے۔ اس کے لئے ایک پروں والا جوتا ایک کنٹوپ اور ایک بٹوا چاہیئے" سیماب کی بہن نے اُسی وقت ایک تھیلے میں سے جو اُس کے پاس تھا۔ وہ چیزیں نکال دیں۔ پرسیس نے ایک جُوتا پہنا۔ دوسرا پہننے کے لئے زمین پر پاؤں رکھا۔ چونکہ اس جُوتے میں پر لگے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ اُوپر کو اُڑ گیا۔ لیکن سیماب نے جلدی سے اُچھل کر اُسے پکڑ لیا + جب پرسیس نے وہ کنٹوپ پہنا۔ تو وہ سیماب کی نظروں سے غائب ہو گیا + سیماب چلّایا "پرسیس! پرسیس! تم کہاں چلے گئے ہو" پرسیس نے جواب دیا۔ میں تو تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کنٹوپ اُتار دیا۔ اور وہ سیماب کو نظر آنے لگا + سیماب کی بہن نے کہا "اس کنٹوپ کو پہن کر انسان کسی اور شخص کو نظر نہیں آسکتا" پرسیس بہت خوش ہوا۔ کہ اس کے پاس ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو پہن کر وہ

میڈوسا کو نظر نہیں آئے گا۔

کچھ دُور چل کر اُنہیں تین دیو سوئے ہوئے دکھائی دیئے۔ درمیان والا دیو میڈوسا تھا۔ اُس کے بال سانپوں کے سے تھے۔ جب وہ کوئی بُرا یا ڈراؤنا خواب دیکھتا تھا۔ تو اس کے سر کے سانپ بڑے زور سے زبانیں چلانے لگتے تھے۔ سیماب کی بہن نے کہا۔ "اگر کوئی شخص نزدیک سے میڈوسا کے سر کو دیکھے۔ تو فوراً پتھر ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب تم اسے قتل کرنے لگو۔ تو اس کی طرف دیکھنا مت۔ پرسیس بہت گھبرایا۔ اور کہنے لگا۔ "اگر میں اُس کے سر کو نہ دیکھوں گا۔ تو اُسے کس طرح قتل کر سکوں گا؟" سیماب بولا۔ "واہ! تم اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کہ میں نے تمہاری ڈھال کیوں صاف کروائی تھی۔ تم اُسے میڈوسا کے سر کے سامنے رکھنا۔ اس میں تمہیں اس کے سر کا عکس نظر آئے گا۔ بس اُس عکس کی مدد سے تم اس پر وار کرنا۔" پرسیس نے کنٹوپ پہنا۔ اور میڈوسا کے پاس جا کر ڈھال میں اس کی شکل کا عکس دیکھا۔ اور تلوار نکال کر ایسا بھرپور ہاتھ مارا۔ کہ سر کٹ کر الگ جا پڑا۔ سیماب کی بہن نے کہا۔ "میں نے تمہیں جو بٹوا دیا تھا۔ اُس میں اس سر کو ڈال لو۔" پرسیس نے بٹوے کو دیکھا۔ اور دل میں کہا۔ کہ اس ننھے سے بٹوے میں میڈوسا جیسے دیو کا سر کس طرح سمائے گا۔ مگر بٹوے کو کھولا۔ تو وہ اس قدر بڑا ہو گیا۔ کہ میڈوسا کا سر آسانی سے اس میں آگیا۔

چونکہ سیماب کی بہن نے اُسے منع کیا تھا۔ کہ سر کی طرف نہ دیکھنا۔ اس

لئے اس نے اس کو نہ دیکھا + جب وہ تینوں واپس آنے لگے۔ تو میڈوسا کے ساتھی اُن کے اُڑنے کی آواز سُن کر جاگ اُٹھے - اور اُن کے پیچھے بھاگنے لگے - لیکن یہ تیزی سے اُڑ کر اُن سے بہت آگے نکل گئے + راستے میں اُن کو ایک اَور دیو ملا - اور اُس نے پرسِیَس پر حملہ کیا - لیکن پرسِیَس نے میڈوسا کا سر نکال کر اُسے دکھایا - جسے دیکھ کر وہ وہیں پتھر ہو گیا + بعض لوگ کہتے ہیں - کہ قاہرہ میں جو ابوالہول کا بُت ہے - وہ یہی دیو ہے +

جب پرسِیَس اس غار کے پاس پہنچا - جہاں سیماب اسے ملا تھا - تو سیماب اور اس کی بہن اس سے رخصت ہو کر چلے گئے + ایک دن کے بعد پرسِیَس اپنے جزیرے میں پہنچا - اور محل میں جا کر اس نے پُوچھا "میری ماں کہاں ہے" نوکروں نے جواب دیا "بادشاہ اس کو تنگ کیا کرتا تھا - اس لئے اب وہ تمہارے دوستوں پادری اور ماہی گیر کے پاس رہتی ہے" پرسِیَس دل میں بہت ناراض ہُوا - لیکن وہ بادشاہ کے پاس چلا گیا + بادشاہ نے پوچھا "میڈوسا کا سر لائے ؟" اُس نے جواب دیا "ہاں حضور لے آیا ہوں" + بادشاہ نے کہا "وہ مجھے دکھاؤ" پرسِیَس نے جواب دیا "اگر آپ اپنی رعایا کو حکم دے دیں - کہ وہ بھی میڈوسا کا سر دیکھنے کے لئے آجائیں + تو بہت اچھی بات ہو" +

بادشاہ نے مان لیا - اور تمام جزیرے میں ڈھنڈورا پٹوایا گیا - کہ سب لوگ فلانی جگہ فلانے وقت پر جمع ہو جائیں + جب سب لوگ جمع ہو گئے -

تو بادشاہ نے پرسِیَس کو حکم دیا۔ کہ میڈوسا کا سر نکالے + پرسِیَس نکالنے ہی کو تھا۔ کہ اُسے خیال آیا۔ کہ اگر اُسے بادشاہ اور اس کی رعایا نے دیکھ لیا تو سب کے سب پتھر ہو جائیں گے + اس لئے اس نے کہا "میں یہ کہنا بھول گیا۔ کہ اگر کوئی اس سر کو دیکھے گا۔ تو پتھر ہو جائے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے۔ کہ آپ سب لوگ اسے دیکھنے کی کوشش نہ کریں"۔ جو لوگ پرسِیَس کے جانی دشمن تھے۔ چلّائے "اس نے ہمارے ساتھ دغا کی ہے! یہ میڈوسا کا سر نہیں لایا!" بادشاہ نے پرسِیَس سے کہا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ سر کو نکال کر دکھاؤ" + پرسِیَس نے پھر عرض کی "اس کا کھولنا خطرے سے خالی نہیں" + بادشاہ نے کہا "اگر تم سر نہ نکالو گے۔ تو میں تمہیں اسی وقت قتل کر دوں گا" + آخر پرسِیَس نے اپنی ماں۔ ماہی گیر اور پادری کو گھر میں واپس بھیج دیا + اور مجبور ہو کر اُس نے میڈوسا کا سر نکالا۔ جب بادشاہ اور اَور لوگوں نے اسے دیکھا۔ تو سب کے سب پتھر ہو گئے۔ پرسِیَس نے میڈوسا کے سر کو سمندر میں پھینک دیا۔ اور گھر میں آکر سب حال بیان کیا + پھر وہ چاروں پرسِیَس کے باپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے۔ ایک برس کے بعد وہ اُنہیں مِل گیا۔ اور یہ سب خوشی خوشی اکٹھے رہنے لگے + جس شخص نے پرسِیَس اور اس کی ماں کو سمندر میں ڈالا تھا۔ پکڑا گیا۔ اور قتل کیا گیا ⁂

جادو کی انگوٹھی

ملک کرمان کا نوجوان خوب صورت بادشاہ بڑی شان و شوکت سے اپنے دربار میں بیٹھا ہوا۔ لوگوں کے مقدمے بہت دانائی سے فیصلہ کر رہا تھا۔ کہ ایک جادوگرنی اور ایک پری دربار میں حاضر ہوئیں۔ ان کے پاس ایک جادو کی انگوٹھی تھی۔ پری کہتی تھی۔ کہ میں یہ انگوٹھی "لال باغ کے جادوگر سے خرید کر لائی ہوں۔ اور جادوگرنی کہتی تھی۔ کہ یہ انگوٹھی میری ہے۔

بادشاہ نے انگوٹھی لے کر دیکھی۔ اس پر کوئی نشان یا نام وغیرہ نہ لکھا ہوا تھا۔ تب اس نے انگوٹھی جادوگرنی کو دے کر کہا "جو جادو تم اس سے کر سکتی ہو کرو"۔ جادوگرنی نے انگوٹھی کو پتھر پر رگڑا۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ پھر بادشاہ نے وہ انگوٹھی پری کو دی۔ اس نے اسے چوم کر بادشاہ کے تخت کو ہاتھ سے چھوا۔ تخت فوراً سونے کا ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا "انگوٹھی اسی کی ہے۔ جو اس سے کام لینا جانتی ہے"۔

اس پر جادوگرنی کو بہت غصہ آیا۔ اس نے یہ کہہ کر۔ کہ گدھے کا سر بھی تمہیں کو سجتا ہے"۔ بادشاہ کو ہاتھ سے چھوا۔ بادشاہ کا سر فوراً گدھے کا سر ہو گیا۔ باقی بدن آدمی کا ہی رہا۔ تمام دربار بادشاہ کو دیکھ کر اور جادوگرنی کے خوف سے تھرا اٹھا۔ لیکن پری نے تسلی دے کر کہا "گھبراؤ

نہیں اس جادو کا اثر محبّت سے دور ہوسکتا ہے - بادشاہ کو چاہیئے - کہ
کسی ایسی لڑکی سے شادی کرے - جو اس کو سچے دل سے محبّت کرتی ہو ۔
اس پر بادشاہ نے شہر کی تمام لڑکیوں کو اپنے محل کے نیچے جمع ہونے
کا حکم دیا - اور خود کھڑکی سے سر نکال کر دیکھنے لگا - تاکہ جو لڑکی دل سے
اس کی بیوی بننا چاہے - اس سے شادی کرکے جادو سے خلاصی پائے -
مگر جوں ہی لڑکیوں نے گدھے کا سر دیکھا - سب کی سب بادشاہ کو نفرت
اور حقارت سے دیکھنے لگیں - اور کسی نے بھی اس کو پسند نہ کیا ۔
بادشاہ نے ناامید ہو کر سب کو رخصت کر دیا - اور خود بھی نیچے اُتر کر
دربار کی طرف چلا ۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گیا تھا - کہ پیچھے پاؤں کی آہٹ
معلوم ہوئی ۔ مڑ کر دیکھا - تو ایک نوجوان خوب صورت لڑکی - مگر پھٹے پُرانے
فقیروں کے سے کپڑے پہنے کھڑی ہے ۔ اس کی آنکھوں میں شرم - رحم
اور محبّت بھری ہوئی تھی ۔ بادشاہ نے اس کا مطلب پہچان لیا ۔ فوراً
محلوں میں لے جاکر لونڈیوں کو حکم دیا - کہ اُسے خوب نہلا دُھلا - اور عطر خوشبو
لگا کر خوب صورت پوشاک پہنائیں - پھر بادشاہ کی اس سے شادی ہو گئی ۔
پری نے شہزادی سے کہہ دیا - کہ وہ ایک دن اور رات بادشاہ سے
اس کا کچھ حال وغیرہ نہ پوچھے - اور نہ کوئی اور خیال دل میں لائے نہیں
تو نقصان ہوگا - لیکن شہزادی بادشاہ کے حال سے بہت ہی اچنبھے میں
تھی ۔ رات کو جب بادشاہ سو رہا تھا - اتفاق سے شہزادی اُٹھی اور بادشاہ

کے مُنہ اور سر کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی + اس کو بجائے گدھے کے آدمی کا سر
معلوم ہُوا - وہ بہت خوش ہوئی - اور بتّی جلا کر دیکھا - تو واقعی آدمی کا سر
تھا - ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی - کہ جلتی بتّی کی موم کا ایک قطرہ بادشاہ کے
ہاتھ پر گر پڑا - اس کی آنکھ کھل گئی - وہ یہ دیکھ کر بہت ناراض ہُوا - اور
شہزادی سے کہا " بے صبر لڑکی - اگر کچھ دیر اَور صبر کرتی - تو جادو بالکل
ہٹ گیا تھا - اب مجھے جادوگرنی کے ساتھ لال باغ میں جا کر رہنا
پڑے گا "

شہزادی کے دیکھتے دیکھتے ہی بادشاہ گم ہو گیا

شہزادی کو اپنی بے وقوفی پر بہت افسوس آیا - لیکن اس کے دل
میں بادشاہ کی سچّی محبّت تھی - صبح ہوتے ہی وہ لال باغ کے ملک کی تلاش
میں نکل پڑی + ایک جنگل میں اُسے وہی پری ملی + شہزادی نے اس سے
پوچھا " لال باغ کا کون سا راستہ ہے " پری نے کہا " لال باغ تو اس جادوگرنی
کا ملک ہے - میں وہاں کبھی گئی نہیں - اور نہ مجھے وہاں کا راستہ معلوم ہے -
ہاں یہ جادو کی انگوٹھی تمہیں دیتی ہوں - شاید اس سے تم کو کچھ فائدہ ہو "

شہزادی نے انگوٹھی لے کر چُومی ایک پتھر جو پاس پڑا تھا - اس کو چھوا
وہ سونا ہو گیا + اس کو بیچا - اور بازار سے کھانا لے کر کھایا - آگے روانہ ہوئی
جب کبھی اُسے خوراک وغیرہ کی ضرورت ہوتی - وہ اس انگوٹھی کی مدد
سے سونا بناتی - اور اس کو بیچ کر ضرورت کے مطابق چیزیں خرید لیتی - اس

طرح وہ مُلکوں مُلکوں پھرا کی۔ مگر لال باغ کا کہیں پتہ نہ پایا ۔

ایک دن وہ جنگل بیابان میں جا رہی تھی۔ کہ دور ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی دکھائی دی ۔ پاس جا کر دیکھا۔ تو اندر ایک بڑھیا ملی۔ شہزادی نے اس سے پوچھا "مُلک لال باغ کا کون سا راستہ ہے؟" بڑھیا نے کہا "میں تو نہیں جانتی۔ ہاں میرا ہرن اکثر وہاں جایا کرتا ہے۔ اور وہاں سے بڑے اچھے اچھے پھول لایا کرتا ہے۔ مگر اس کے جانے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ کبھی کبھی اچانک ہی چل دیا کرتا ہے۔ اس لئے یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ اب کس وقت جائے گا۔"

شہزادی ہرن کے پاس ہی گھاس پر لیٹ گئی۔ اور اس کی روانگی کی راہ دیکھنے لگی۔ آدھی رات تھی۔ کہ ہرن چلا۔ شہزادی بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لی ۔ کچھ دیر بعد دونوں لال باغ کے مُلک میں پہنچ گئے ۔ وہاں تمام پھول سُرخ تھے۔ درختوں کے تنے اور پتے۔ گھاس اور مکان وغیرہ سب چیزیں سُرخ تھیں ۔

وہاں ایک سڑک پر ایک لڑکی جا رہی تھی ۔ شہزادی نے اس کی منّت سماجت کر کے اپنے کپڑے اُسے پہنا دیئے۔ اور اس کے کپڑے آپ پہن لئے ۔ آگے بڑھی تو سامنے ایک سُرخ محل دکھائی دیا۔ یہ اس جادوگرنی کا مکان تھا۔ شہزادی نے ہرن کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ اور خود محل کے اندر گئی۔ اور اس جادوگرنی کے ہاں نوکر ہو گئی۔ وہاں کی

باورچن نے اس سے کہا "دیکھو تمہیں کام بہت محنت سے کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہماری ملکہ جادوگرنی ہے۔ اور آج کل میں اُس کی لڑکی کی شادی ملک کرمان کے بادشاہ سے ہونے والی ہے"۔

شہزادی یہ سُن کر بہت خوش ہوئی۔ کہ خیر بادشاہ ہے تو یہیں۔ لیکن ساتھ ہی غمگین بھی ہوئی۔ کہ اب کیا کروں گی۔ وہ چپکے سے بالاخانے پر گئی۔ اور کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ تو واقعی بادشاہ اندر تھا + دوسری رات کو جب وہ سوئی۔ تو بہتیری تجویزیں سوچیں۔ مگر کوئی ٹھیک معلوم نہ ہوئی۔ جب آدھی رات ہوئی۔ تو اسے کچھ خیال آیا۔ وہ ہمت کر کے اُٹھی۔ بادشاہ کے کمرے میں جا کر اُسے جگایا۔ مگر بادشاہ پر تو جادو ہو رہا تھا اس نے شہزادی کو نہ پہچانا۔ اور پھر سو گیا۔

شہزادی نے انگوٹھی کو چوم کر بادشاہ کو چھوا۔ تو اس کو ہوش آ گیا + دونوں دبے پاؤں نیچے اُترے + شہزادی نے آکر ہرن کو درخت سے کھولا۔ وہ بیچارہ کئی دن رات کا بھوکا تھا + کھُلتے ہی گھر کی راہ چلنے لگا۔ یہ دونوں بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ اور صبح ہونے سے پہلے پہلے لال باغ کے علاقے سے نکل گئے۔ اور چند روز بعد اپنے ملک میں جا پہنچے + پھر وہ دونوں بہت عیش اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔



بُڑھیا کا لڑکا

کسی گاؤں میں ایک بُڑھیا رہا کرتی تھی۔ اس کے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام جمیل تھا + یہ دونوں ماں بیٹے غریبوں کی طرح رہا کرتے تھے + بُڑھیا کے پاس ایک سفید گائے تھی + اس کا نام اس نے "دودھیا گائے" رکھا تھا + اُسی کے دُودھ پر ان دونوں آدمیوں کا گزر تھا + تھوڑے دنوں کے بعد آخر اُس گیّا نے بھی دُودھ دینا چھوڑ دیا + مجبور ہو کر بڑی بی نے اس گائے کو بیچنے کا ارادہ کیا۔ اور بہت رنجیدہ ہو کر جمیل سے کہا "بیٹا۔ اب ہمارے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں رہا۔ گائے بے چاری نے بھی دُودھ دینا چھوڑ دیا۔ اب سوائے اس کے اور کچھ چارہ نہیں۔ بلکہ اپنی دودھیا گیّا کو تم بازار میں جا کر بیچ آؤ۔ تاکہ کچھ دام آ جائیں۔ تو چند روز کے کھانے پینے کا بندوبست ہو جائے + جمیل نے یہ سُن کر بڑے افسوس کے ساتھ جواب دیا "بہت اچھا اور گائے کی رسّی پکڑ کر پاس کے قصبے کی طرف چلا۔ جہاں بازار لگتا تھا۔ وہ سڑک پر جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک بوڑھا بَونا ملا۔ اور جمیل کو دیکھ کر کہنے لگا "ننھے میاں سلام۔ تم ادھر کہاں جا رہے ہو؟"

جمیل نے جواب دیا "میں بازار میں اپنی گائے بیچنے جا رہا ہوں"۔ بَونے نے کہا "تم بڑے اچھے لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ آؤ ہم سے

گائے کا سودا کرو+ یہ کہہ کر اُس نے اپنی جیب میں سے پانچ املی کے بیج نکال کر جمیل کو دکھائے۔ اور کہا" تمہاری گائے کے بدلے یہ بیج میں تم کو دے سکتا ہوں "+

جمیل نے کہا" واہ! ان بیجوں کے بدلے میں اپنی گائے کیوں دینے لگا؟ آئے بڑے کہیں کے! ایسے دھوکے کسی اور کو دینا۔ چلو ہوا کھاتے نظر آؤ "+

تب بُڈھا سمجھا کر کہنے لگا" نہیں ننھے میں تم کو بہکا کر گائے چھیننا نہیں چاہتا۔ بلکہ مجھے یقین ہے۔ کہ ان بیجوں کا حال سُن کر تم بہت خوشی سے ان کو گائے کے بدلے میں لے لوگے+ سُنو یہ بیج ایسے ہیں۔ کہ اگر رات کو انہیں تم اپنی کیاری میں بو دوگے۔ تو صبح تک اتنے بڑے درخت نکل آئیں گے۔ جن پر چڑھ کر تم آسمان پر پہنچ جاؤ گے "+

جمیل نے یہ بات سُن کر کہا" اُفوہ یہ بات ہے! اچھا تو یہ گائے تم لے لو۔ اور املی کے بیج مجھے دے دو" اور خوش خوش گائے کے بدلے بیج لے کر گھر چلا آیا+ مگر جب اس کی ماں نے یہ قصّہ سُنا۔ تو اپنے لڑکے کی بیوقوفی پر بہت خفا ہوئی۔ اور مارے غصّے کے جمیل کو رات کے وقت کھانا بھی نہیں دیا۔ اور بیج اُٹھا کر آنگن میں پھینک دیئے +

جمیل بیچارہ کھسیانا ہو کر اپنی کوٹھڑی میں جا کر لیٹ رہا۔ اور آخر بھوکا ہی سو رہا۔ جب صبح کو روز کی طرح اُس کی آنکھ کھُلی۔ تو اس نے

کوٹھڑی میں اندھیرا دیکھا + پہلے تو سمجھا - کہ میں بہت سویرے جاگ اُٹھا
ہوں - مگر پھر خیال ہوا - کہ شاید بادل چھایا ہوا ہے - کہیں بارش تو نہیں
ہو رہی + یہ سوچ کر وہ کھڑکی میں سے جھانکنے لگا + لیکن جیسے ہی اُس نے
سر باہر نکالا - تو وہ حیران ہو گیا + کیا دیکھتا ہے - کہ جس جگہ اُس کی ماں
نے بیج پھینکے تھے - وہاں رات بھر میں ایک بہت بڑا املی کا درخت پیدا
ہو گیا ہے جس کی پھونگیں آسمان سے ملی ہوئی ہیں - اور سارے گھر پر
اس کی گھنی شاخیں چھائی ہوئی ہیں - اسی وجہ سے کوٹھڑی میں بھی
اندھیرا تھا +

اب جمیل کو اچھی طرح بوڑھے کی بات کا یقین آ گیا + درخت کا تنہ کچھ
اس طرح موڑ کھاتا ہوا بڑھا تھا - جس کے سبب بالکل ایک قسم کا زینہ
سا بن گیا تھا + جمیل نے فوراً کھڑکی میں سے ایک چھلانگ ماری - اور جلدی
جلدی درخت پر چڑھنا شروع کیا + پیڑ بھی سچ مچ آسمان تک تھا + غریب
جمیل چڑھتے چڑھتے تھک گیا - مگر برابر کوشش میں لگا ہوا تھا + جب سانس
پھولنے لگتی - تو ذرا دیر دم لینے کو کسی ٹہنی پر بیٹھ جاتا - پھر ذرا ہوش درست
کر کے بڑھتا + وہ اس محنت سے گھبرایا بالکل ہی نہیں - کیونکہ وہ جانتا
تھا - کہ ہر کام میں محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - انسان اگر گھبرائے
نہیں - اور برابر دل لگا کر کوشش کرتا رہے - تو کیسا ہی مشکل کام
کیوں نہ ہو - آخر وہ پورا ہو ہی جاتا ہے + اسی طرح تھوڑی دیر میں

جمیل چوٹی تک جا پہنچا +

وہاں اسے ایک بڑی چوڑی سڑک دکھائی دی۔ جو دُور تک چلی گئی تھی۔ جمیل اب بھی نہیں ڈرا۔ اور خدا کا نام لے کر سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دُور گیا ہوگا۔ کہ اُسے ایک بہت خوب صورت عورت ملی۔ وہ بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ ایسا خوب صورت اور بیش قیمت کہ جمیل نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور اس عورت کے ہاتھ میں سونے کی ایک لمبی چھڑی تھی۔ جمیل نے اس کو ادب سے جھک کر سلام کیا + خوب صورت عورت نے سلام کا جواب خوش ہو کر دیا۔ اور کہنے لگی "دیکھو۔ میں آدمی نہیں ہوں۔ بلکہ پری زاد ہوں۔ اور تمہاری اس تمیز کی بات سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی + اب تم ایسا کرو۔ کہ اس سڑک پر ناک کی سیدھ چلے جاؤ۔ تم کو ایک عالی شان محل ملے گا۔ اس میں ایک دیو رہتا ہے۔ وہ بہت ہی مال دار ہے۔ یہ سب مال اس نے تمہارے باپ کا چُرا چُرا کر جمع کیا تھا۔ اب تم وہ مال اس سے جس طرح ہو سکے وصول کر لو"+

جمیل نے یہ سُن کر پری کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور اس سے رخصت ہو کر چلتے چلتے دیو کے محل پر جا پہنچا + جب دروازے پر گیا۔ تو وہاں اس کو ایک بہت بڑی لمبی تڑنگی عورت کھڑی ہوئی ملی + جمیل نے اسے دیکھ کر عاجزی سے مُنہ بنا کر کہا "میں بہت تھکا ہُوا مسافر ہوں۔ اگر مجھے

تھوڑی دیر ستانے کے واسطے اپنے محل میں آنے دوگی۔ تو آپ کا احسان ہوگا۔ اور کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ تو اور بھی عنایت ہوگی"

عورت نے جواب دیا "تم فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔ کیونکہ یہ ایک دیو کا گھر ہے + اور میں اس کی بیوی ہوں۔ اگر دیو نے تمہیں دیکھ لیا۔ تو فوراً چٹ کر جائے گا"

لیکن جمیل نے اس کے کہنے سے ہمّت نہ ہاری۔ اور طرح طرح کی منّت خوشامد کرکے آخر اس کو رضامند کر لیا۔ آخر دیونی اپنے ساتھ جمیل کو اندر لے گئی۔ ایک پیالے میں دودھ اور کچھ ڈبل روٹیاں اس کے سامنے رکھ دیں + جمیل نے ابھی اچھی طرح ایک روٹی بھی نہ کھائی ہوگی۔ کہ اُس کے کانوں میں زور زور سے دھپا دھپ۔ دھپا دھپ کی آواز آئی۔ اور ایک دم سے مکان ہلنے لگا + جمیل نے جلدی جلدی پیالے میں کا دودھ اُٹھا کر پی لیا۔ اور بچی ہوئی روٹی اپنی جیب میں رکھ لی + اتنے میں دیونی نے جمیل سے کہا "دیو آرہا ہے۔ تم جلدی سے تنور میں چھپ جاؤ +" جمیل فوراً ٹھنڈے تنور میں گھس کر بیٹھ رہا + دیونی نے اس کے مُنہ پر ایک ٹوکرا رکھ دیا + جمیل نے اس کی ریخوں میں سے جھانکنا شروع کیا۔ تو دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک بڑا موٹا مُسٹنڈا دیو گھر میں آیا۔ اور نتھنے پھُلا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اِتنے میں دیونی اس کے لئے کھانا لے کر آئی۔ تو دیو نے "مانس گند۔ مانس گند" کہہ کر پوچھا "کیا کوئی عمدہ شکار آج ملا ہے؟"

دیونی بولی "کیسا شکار! مجھے تو مانس گند وانس گند کچھ نہیں آتی۔ تو میں کھانا لائی ہوں۔ شکر کر کے اسی کو کھا لو" دیو نے یہ سن کر خاموشی سے کھانا کھا لیا۔ اور پھر اپنی بیوی سے کہا "میرے نقدی کے بٹوے تو لاؤ" دیونی نے دو بڑے بڑے تھیلے اشرفیوں سے بھرے ہوئے لا کر اس کے آگے رکھ دیئے۔ اور خود گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ دیو نے دونوں تھیلے کھول کر میز پر اُلٹ دیئے۔ اور ایک ایک اشرفی گن کر پھر اُن کو تھیلیوں کے اندر بھر کر رکھ دیا۔ اور اطمینان سے آرام کرسی پر لیٹ گیا۔

تھوڑی دیر میں اسے نیند آ گئی۔ اور وہ زور زور سے خرّاٹے لینے لگا۔ جمیل نے جب دیکھا۔ کہ دیو بالکل غافل سو رہا ہے۔ اُس نے ہلکے سے ٹوکرے کو تنور کے مُنہ پر سے ہٹایا۔ اور باہر نکل کر چپکے سے دونوں اشرفیوں کے تھیلے اُٹھا لئے۔ اور دبے پاؤں وہاں سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اور وہاں سے جو بھاگنا شروع کیا۔ تو املی کی چوٹی پر آ کر دم لیا۔ پھر جلدی جلدی نیچے اُترنا شروع کیا۔ اور خیریت سے اپنے گھر پہنچ گیا۔ جمیل کی بڑھیا ماں اتنی بہت سی اشرفیاں دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ اور دونو اچھی طرح رہنے سہنے لگے۔

تھوڑے دنوں کے بعد جمیل پھر املی کے پیڑ پر چڑھا۔ اور سڑک پر ہوتا ہوا دیو کے محل پر پہنچا۔ اب کے مرتبہ بھی اُسے دیونی دروازے پر کھڑی ملی۔ جمیل نے غریب سا مُنہ بنا کر پھر اس سے کچھ کھانے کو مانگا۔

مگر دیونی نے جھلّا کر جواب دیا "کیوں رے بدمعاش! پہلی دفعہ تو میرے میاں کی اشرفیاں چُرا کر لے گیا تھا۔ اب پھر آیا ہے۔ بے غیرت۔ چل دُور ہو۔ موئے۔ کالا منہ۔ نیلے ہاتھ پاؤں"۔

جمیل نے شرمندہ سی صورت بنا کر کہا "حضور بیگم صاحبہ۔ خفا نہ ہوجیے اگر اب مجھ کو اندر لے چلئے گا۔ اور کچھ کھانے کو دیجئے گا۔ تو میں بتا دوں گا کہ اشرفیاں کہاں ہیں"۔

یہ سُن کر دیونی نے کہا "اچھا آؤ۔ لیکن جیسے ہی وہ اندر گیا۔ کہ دیو باہر سے آگیا + جمیل اُسے آتے دیکھ کر جھٹ پٹ تنور میں جا چھپا۔ دیو نے پھر پہلی دفعہ کی طرح اب کے "پھر مانس گند۔ مانس گند" کہنا شروع کیا۔ مگر دیونی نے انکار کر کے اُسے کھانے پر بٹھلا دیا + جب دیو کھانے سے فارغ ہُوا۔ تو اُس نے اپنی بیوی سے کہا "لاؤ میری مُرغی" + دیونی اسی وقت ایک خوب صورت اور پھولی پھولی مُرغی دیو کو دے کر دوسری طرف چلی گئی + دیو نے مُرغی کو آرام کُرسی کے داہنے ہتّے پر بٹھلا دیا۔ اور کہنے لگا "مُرغی لیٹ جاؤ۔ اور ایک بڑا سونے کا انڈا دو"۔

اتنی دیر میں دیو کی پھر آنکھ لگ گئی۔ اور میاں جمیل نے تنور میں سے نکل مُرغی بغل میں دبا لی۔ اور اپنے گھر آ گئے۔ اور بُڑھیا سے کہنے لگے! "دیکھو اماں اب کے بار میں ایک بڑی ہی بڑھیا چیز لایا ہوں + اب ہم کبھی غریب ہی نہیں ہو سکتے + دیکھو۔ یہ مُرغی ہے۔ جب میں اس کو کہوں گا

کہ "لیٹ جاؤ۔ اور سونے کا انڈا دو" اسی وقت یہ سونے کا انڈا دے گی"
بڑھیا یہ سُن کر باغ باغ ہو گئی۔ اور ایک عمدہ کھڑکی میں اس کو بند کر دیا
روز مرغی سونے کا انڈا دیتی۔ ان کو بیچ بیچ کر دونوں ماں بیٹے بڑے
امیر ہو گئے ؛

ایک دن بیٹھے بیٹھے جمیل کا پھر جی چاہا۔ اور تیسری مرتبہ دیو کے محل پر
پہنچا۔ لیکن اب کی دفعہ دیونی اس کو دروازے پر نہیں ملی + جمیل چپ چاپ
اندر چلا گیا۔ اور دیو کے کمرے میں جہاں وہ کھانا کھایا کرتا تھا۔ ایک ٹین
کی بڑی سی چادر دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے چھپ کر بیٹھ
گیا + جس وقت دیو اپنی عادت کے موافق گھر میں آیا۔ تو اُس نے پھر کہا
"مانس گند۔ مانس گند" اس پر دیونی بولی۔ وہی لڑکا جس نے تمہاری
اشرفیاں اور مرغی چرائی ہے۔ پھر آیا ہے۔ اور تنور میں چھپا ہوا بیٹھا ہے
دیونی نے جمیل کو چھپتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سمجھا۔ کہ دو دفعہ
وہ اس میں گھسا تھا۔ اب بھی وہیں ہوگا۔ اس واسطے دونوں میاں بیوی
تنور میں جھانکنے لگے۔ مگر اس میں کوئی ہو تو دکھائی دے۔ ٹین کی چادر
کی طرف کسی نے خیال بھی نہ کیا۔ اور یہ سمجھ لیا۔ کہ شاید بھاگ گیا۔ یا
یُوں ہی خیال ہو گیا۔ وہ آیا ہی نہ ہوگا + یہ سوچ کر دیو نے بیوی سے
کھانا مانگا۔ اور جب پیٹ بھر چکا۔ تو اپنا تاروں کا باجا منگا کر میز پر رکھ
لیا۔ اور بیوی سے کہا۔ جاؤ اپنا کام کرو میں سوتا ہوں ؛

اس کے چلے جانے کے بعد باجے سے کہا۔ کہ بجو + یہ سُن کر باجا آپ ہی آپ بہت سُریلے پن سے بجنے لگا۔ اور میٹھے میٹھے سُر اُس میں سے نکلنے لگے + اُنہیں سُنتے سُنتے دیو سو گیا + اُس کے آنکھ جھپکتے ہی جمیل ٹین کی چادر سے نکل کر باہر آیا۔ اور باجے کو اُٹھا کر بھاگا۔ لیکن باجا ایسا غضب کا بنا ہُوا تھا۔ کہ جمیل کے ہاتھ میں لیتے ہی اس نے دیو کو چلاّ چلاّ کر پکارنا شروع کر دیا۔ کہ "حضور۔ حضور۔ اُٹھئے۔ مجھ کو چور لئے جاتا ہے۔" یہ شور غل سُن کر دیو جاگا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک پتلا دُبلا لڑکا اُس کے باجے کو لئے ہوئے تیزی سے بھاگا جا رہا ہے + ایک دم غصے کے مارے دیو کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا۔ اور ایک موٹا ڈنڈا لے کر وہ اس کے پیچھے دوڑا + آگے آگے جمیل اور پیچھے پیچھے دیو + جمیل ہلکا پھلکا تھا۔ اس لئے بے تحاشا جا رہا تھا۔ مگر دیو موٹاپے کے مارے اتنا تیز نہیں بھاگ سکتا تھا۔ کہ اُسے فوراً پکڑ لے۔ مگر پیچھا بالکل نہیں چھوڑا + یوں ہی بھاگم بھاگ جمیل املی کی چوٹی تک پہنچ گیا۔ اور جلدی جلدی نیچے اُترنے لگا۔ جب بالکل زمین کے قریب پہنچ گیا۔ تو جمیل نے اُوپر دیکھا۔ اور یہ دیکھ کر کہ دیو اس کے پیچھے تھوڑے فاصلے سے آ رہا ہے۔ اس نے چلاّ کر اپنی ماں سے کہا۔ کہ کلھاڑی لے کر جلد آؤ۔ اور جوں ہی اس کی ماں کلھاڑی لے کر املی کے پاس پہنچی۔ جمیل بھی نیچے پہنچ گیا تھا۔ اس نے فوراً املی کی جڑ میں کلھاڑی بجائی

شروع کردی+ ذراسی دیر میں املی کا درخت اڑاڑا دھم سے زمین پر
پڑا - اور ساتھ ہی دیو جو ابھی اُوپر ہی تھا ٹہنیوں میں اُلجھ کر دُھوسے
سر کے بل نیچے گرا - اور سر پھٹ کر مرگیا ٭
اس کے بعد میاں جمیل اپنی ماں کے ساتھ بے فکر ہو کر رہنے لگے +
اب ان کے پاس دو اشرفیوں کے تھیلے - ایک سونے کا انڈا دینے
والی مُرغی - اور ایک آپ ہی آپ بجنے والا باجا موجود ہے - اور جمیل
خوش خوش اس کے گیت اپنے دوستوں کو سنوایا کرتا ہے - جس کا
ایک شعر یہ ہے ؎

محنت کرو پھل پاؤ گے
آج بو کل پاؤ گے

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپی :-